مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے حرم ثالث کی طبیعت بفضل ایزدی نسبتاً اچھی ہے۔

سالٹ پانڈ سے حکیم فضل الرحمٰن صاحب نے بذریعہ تار اطلاع دی ہے۔ کہ مولوی نذیر احمد صاحب ۱۱۔ اپریل بعافیت وہاں پہونچ گئے۔ احمدی نیز دیگر اہل قصبہ نے آپ کا پرجوش خیر مقدم کیا۔

جناب مفتی محمد صادق صاحب ۱۷۔ اپریل بمبئی تشریف لے گئے ہیں۔ جہاں سے آپ یورپین نومسلمہ مس ہلائیت کے استقبال کے لئے جو ہالینڈ سے آرہی ہیں۔ کولمبو جائیں گے۔

اخبار الفضل کے خاتم النبیینؐ نمبر کے مضامین کی نہایت مختصر فہرست

الفضل کے خاص نمبر کے مضامین کی جو فہرست شائع ہو چکی ہے۔ اس میں سے ذیل کے مضامین پر مرکزی بزرگان سلسلہ نے بہت جلد مضامین لکھ کر دینے کا وعدہ فرمایا ہے:۔

مضمون	مضمون نگار
۱۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک خاوند کی حیثیت میں	حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے
۲۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن	حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب بی اے
۳۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک باپ کی حیثیت میں	جناب میر محمد اسحٰق صاحب فاضل پروفیسر جامعہ احمدیہ
۴۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مدبر کی حیثیت میں	جناب مولوی محمد الدین صاحب بی اے
۵۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق غیروں سے	جناب ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب
۶۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق غلاموں سے	جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم اے
۷۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ملک کو کس حالت میں چھوڑا	جناب ملک غلام فرید صاحب ایم اے ایڈیٹر "سن رائز"

۹۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دن ۔ جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق۔

۱۰۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات ۔ جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل پروفیسر جامعہ احمدیہ

۱۱۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلم کی حیثیت میں۔ جناب مولوی فضل الدین صاحب پلیڈر۔

۱۲۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انسان کی حیثیت میں۔ جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم

ان کے علاوہ اور بھی کئی ایک نہایت اعلیٰ پایہ کے مضامین اور نظمیں اپنی جماعت کے مردوں اور خواتین سے حاصل ہونے کی پوری امید ہے۔ خود حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ ایک سے زیادہ مضامین اپنے قلم سے رقم فرما کر عنایت کرینگے۔ معزز اور مشہور غیر احمدی اہل قلم اصحاب کے مضامین اور نظمیں بھی حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جس میں خدا کے فضل سے کامیابی کی بہت بڑی امید ہے۔ غیر مسلم معزز اصحاب سے چونکہ پہلے سے خط وکتابت شروع کی گئی تھی۔ اس لئے ان کی طرف سے کئی ایک مضمون پہونچ بھی چکے ہیں۔ اور بہت سے جلد پہونچ جائیں گے۔ غرض مضامین کے لحاظ سے یہ پرچہ انشاء اللہ بہت شاندار ہوگا۔ احباب ذیل کا اعلان ملاحظہ فرما کر بہت جلدی خریداری کی درخواستیں بھیجدیں۔ تاکہ تعداد اشاعت کو مدنظر رکھ کر چھپائی کا کام شروع کرایا جائے۔ اس دفعہ کسی صورت میں بھی دوسرا ایڈیشن شایع نہ کیا جائے گا۔ اور جو اصحاب جلد خریداری کی اطلاع ارسال نہ فرمائیں گے۔ ان کے لئے پرچہ مہیا کرنا ناممکن ہوگا۔ چونکہ الفضل کے مستقل خریداروں کو یہ پرچہ مفت بھیجا جائے گا۔ اس لئے انہیں چاہئیے۔ کہ اس کی اشاعت بڑھانے میں پوری کوشش سے کام لیں۔

الفضل کے خاتم النبیین نمبر کی قیمت

الفضل کا خاتم النبیین نمبر مئی کے آخری ہفتہ میں انشاء اللہ شایع ہو جائے گا۔ مضامین کے لحاظ سے صرف اتنا بتا دینا ہی کافی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی ہدایت فرمودہ ترتیب وعنوانات کے ماتحت مہیا ومرتب ہو رہے ہیں۔ اور اس میں ہر مذہب وملت وہر مشرب ومسلک کے فضلاء نے حصہ لیا ہے۔ کاغذ۔ چھپوائی دکھائی کے اعتبار سے دیدہ زیب ودلکش بنانے میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہوگا۔ اور اس کا حجم ۶۴ تا ۷۲ صفحات ہوگا۔ بایں ہمہ قیمت اصل اخراجات کے برابر ہی رکھی ہے۔ کیونکہ اصل مقصود اس خاص نمبر کی اشاعت سے حضرت سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کے فضائل کا نشر ہے۔ نہ کہ حصول منافع دنیا۔

قیمت فی پرچہ ۵ر ۔ ۴ سے ۲۵ تک ۴ر ۔ ۲۶ سے ۱۰۰ تک ۴ر ۔ ۱۰۰ سے زائد ۲۵ فیصدی کمیشن۔

اس کے علاوہ محصول ڈاک یا خرچہ ریلوے دفتر الفضل کے ذمہ ہوگا۔ یہ مزید رعایت ہے۔

تمام فرمائشات کی تعمیل نقد پیشگی قیمت آنے پر یا بذریعہ وی۔ پی ہوگی۔ فیس منی آرڈر ورجسٹری بذمہ خریدار۔ کوئی پرچہ واپس نہیں لیا جائے گا۔ مستقل ایجنسیوں اور سیکرٹری وپریذیڈنٹ صاحبان جماعتہائے احمدیہ کی متفقہ تحریر پر کہ قیمت بہرحال فلاں تاریخ تک ادا ہو جائے گی۔ بغیر وی۔ پی بھی پرچے بھیجے جا سکیں گے۔ ایجنسیاں فی پرچہ ۵ر کے حساب سے فروخت کرینگی۔

مستقل خریداران الفضل کو جن سے کم از کم ایک ماہ پیشتر اور دو ماہ بعد کی قیمت آچکی ہو۔ یا چھ ماہ کے لئے خریدار ہیں) یہ پرچہ مفت ملے گا۔

مہتمم طبع واشاعت (الفضل) قادیان

اہل قلم اصحاب سے التماس

ہماری جماعت کے اہل قلم اصحاب اور خواتین جلد سے جلد ان عنوانات پر جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ نے مقرر فرمائے ہیں۔ مضمون رقم فرما کر ارسال کریں۔ مضمون مختصر اور مدلل ہونا چاہیئے۔ خواتین کو خاص طور پر توجہ کرنی چاہیئے۔

اشتہار دینے والے اصحاب سے گذارش

الفضل کا یہ خاص پرچہ بہت بڑی تعداد میں شائع ہوگا۔ جو کم از کم ایک لاکھ آدمیوں کے مطالعہ میں آئے گا۔ ہندوستان کے ہر علاقہ میں بکثرت شایع ہونے کے علاوہ انگلینڈ۔ امریکہ۔ افریقہ۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ ماریشس۔ سیلون وغیرہ ممالک میں بھی بھیجا جائیگا۔ اشتہار دینے والے اصحاب بہت جلد جگہ ریزرو کرالیں۔ نرخ بہت ارزاں ہیں۔ اشتہارات کے لئے بہت تھوڑے صفحے مخصوص ہونگے۔ اشتہار عمدگی کے ساتھ شایع کیا جائیگا۔

اخبار احمدیہ

لنڈن میں خاتم النبیین کے متعلق جلسہ

احباب کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ لنڈن میں الیکشن کی مصروفیت کی وجہ سے جماعت لنڈن کی درخواست پر بجائے ۲ جون عید الاضحیٰ کے دن ۲۰ مئی کو سیرت نبی کریم کے متعلق جلسہ کرنے کی اجازت حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے عطا فرمائی ہے۔

خاکسار یوسف علی پرائیویٹ سکرٹری

شکریہ

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جناب سیٹھ عبداللہ بھائی الہ دین صاحب نے نور ہاسپٹل کے لئے دو ٹکڑے ربڑ کلاتھ کے جو ڈریسنگ وغیرہ کی میز پر بچھانے کے کام آئینگے۔ عطا فرمائے جناب ڈاکٹر اعظم علی صاحب سب اسسٹنٹ سرجن ضلع گوجرانوالہ نے کئی ایک قیمتی اوزار عطا فرمائے۔ ان ہر دو احباب کو اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے۔ اور انہیں بھی جو ذیل کی چیزیں مرحمت فرمائیں۔ شفاخانہ میں بستروں کی کمی ہے۔ کمبل ودریاں درکار ہیں۔ اپریشن روم میں واش ہینڈ سٹینڈ کی ضرورت ہے۔

خاکسار حشمت اللہ انچارج نور ہاسپٹل قادیان

احباب ہوشیار رہیں

ایک نوجوان۔ چوڑا چکلا۔ جو رنگریزی کا کام کرتا ہے۔ اور جو میسور کی طرف کا رہنے والا بیان کرتا ہے۔ احمدی جماعتوں میں اگر اپنا احمدی ہونا اور مصیبت زدہ ہونا بیان کرے۔ تو اس کا دھوکہ نہ کھائیں۔ وہ لہریا دوپٹے رنگنے کا کام کرتا ہے۔ یہاں نور محمد نام ظاہر کرتا تھا۔ مگر دوسری جگہ شاید کچھ اور ظاہر کرے۔ لہٰذا احباب ایسے آدمی پر نظر رکھیں۔ یہاں لاہور میں وہ کئی ایک کو نقصان پہونچا گیا ہے۔

محمد حسین قریشی لاہور۔

امتحانات میں کامیابی کیلئے دعا

ان دنوں بہت سے نوجوانوں نے مختلف درجوں کے امتحانات دیئے ہیں۔ اور دینے والے ہیں۔ ان کی طرف سے کامیابی کے لئے اس قدر دعا کی درخواستیں آئی ہیں۔ کہ عدم گنجائش کی وجہ ان کا نام بنام شایع کرنا مشکل ہے۔ احباب سب امتحان دینے والوں کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

اعلان نکاح

۱۔ ۲۳ مارچ ۱۹۲۹ء مسجد مبارک میں چوہدری بشیر احمد صاحب متعلم مولوی فاضل کلاس ولد چوہدری فضل احمد صاحب محرر لوکل فنڈ شہر سیالکوٹ کا نکاح عائشہ بیگم صاحبہ بنت حکیم محمد زمان صاحب مرحوم قادیان کے ساتھ ایک ہزار روپیہ مہر پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے پڑھا۔ احباب دعا فرمائیں۔ یہ رشتہ فریقین اور ان کے متعلقین کے لئے ہر طرح بابرکت ہو۔ خاکسار شبیر علی عفی عنہ

۲۔ میرے لڑکے عزیز آفتاب احمد کا نکاح میاں احمد الدین صاحب سیالکوٹی کی صاحبزادی سے بعوض ایک ہزار روپیہ مہر ۲ فروری ۱۹۲۹ء ہوا۔ احباب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۸۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۹ - اپریل ۱۹۲۹ء | جلد ۱۶

مہاشہ راجپال اور اس کا قاتل

ایک معزز ہندو کا خط

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے متعلق جن ہندو صاحبان کی خدمت میں مضمون لکھنے کی درخواست کی گئی ہے۔ ان میں سے ایک صاحب لالہ رام چند منچندہ بی۔اے۔ ایل۔ایل۔ بی ایڈووکیٹ پریذیڈنٹ اروڑبنس سبھا لاہور بھی ہیں۔ انہوں نے نہ صرف خود مضمون لکھ کر ارسال فرمایا۔ بلکہ اپنے بعض دوستوں کے نام بھی تحریر فرمائے ہیں۔ کہ ان سے بھی مضمون لکھوائے جائیں۔ اور انہوں نے خود بھی اپنے دوستوں کو تحریک کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ آپ اپنے ایک عنایت نامہ میں یہ تحریر فرماتے ہوئے۔ کہ

"میں آپ کی اس کوشش کو بڑی عزت اور قدر کی نظر سے دیکھتا ہوں" مہاشہ راجپال کے قتل کے واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں:-

"وقت آگیا۔ کہ ہم نئے مل ورتن کے تجربہ کا امتحان کریں۔ مگر دیانت داری اور صدق کے ساتھ۔ اور ایک دوسرے کی خوبیوں کو دیکھیں۔ اور کمیوں کو دوستانہ طور پر دور کرنے کی کوشش کریں۔ کیا اسلام کے نام پر اور حضرت بانیٔ اسلام کی خاطر ایک گمراہ انسان کو قتل کرنا اسلام کو اور اسلام کے بانی اور اس کی تعلیم کو دنیا میں اونچا کرتا ہے۔ یا نیچا۔ کیا ایسے فعل اس صدی کے شایاں ہیں۔ اور کیا ایسے افعال سے عوام کو اسلام سے نفرت نہیں پیدا ہوتی ہے۔ اور جوشش کہ اسلام دنیا میں لایا ہے۔ اس کے پھیلنے میں روکاوٹیں پیدا نہیں ہوتیں۔ نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ بیس کروڑ ہندوؤں سے ایک ہندو کم ہوگیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک مسلم کم ہوگیا۔ مگر بیس کروڑ ہندوؤں۔ عیسائیوں۔ بودھوں۔ اور موسائیوں کو نفرت پیدا ہوئی۔ آپ حساب لگائیں۔ کہ اسلام نے کیا کمایا۔ خداوند تعالےٰ کے نام پر حضرت علیہ السلام کے نام پر اسلام کو ایسے بدنما داغوں سے پاک کریں۔ اور اس سنہری اسلام کو دنیا کے سامنے محبت اور صبر سے پیش کریں۔ کہ جیسا کہ حضرت علیہ السلام نے اپنی زندگی میں کیا تھا۔ اور مشرکوں کو اپنی مسجد میں جگہ دی تھی۔ مجھے بحیثیت ہندو ہونے کے اس قدر رنج نہیں جس قدر کہ اسلام کا مداح ہونے کے"

اسلام ذمہ وار نہیں

جس جذبہ کے ماتحت یہ الفاظ لکھے گئے ہیں۔ اس کی ہم تہ دل سے قدر کرتے ہیں۔ بے شک اسلام کے نام پر اور حضرت بانیٔ اسلام کی خاطر کسی گمراہ انسان کو قتل کرنا جائز نہیں۔ لیکن اگر بالفرض کوئی ایسا واقعہ ہوتا ہے۔ تو کسی منصف مزاج انسان کے نزدیک اس کا ذمہ وار اسلام نہیں قرار دیا جا سکتا۔ جس طرح ایک سچا مذہب کسی بے گناہ کے قتل کو جائز نہیں رکھتا۔ اس طرح کسی سچے مذہب کی یہ بھی تعلیم نہیں ہو سکتی۔ کہ دیگر مذاہب کے مقدس بانیوں کو جن کے ساتھ کروڑوں انسانوں کے جذبات عقیدت وابستہ ہوں۔ اور جو دنیا کی پیاری سے پیاری چیز بلکہ اپنی جان سے بھی زیادہ انہیں عزیز سمجھتے ہوں۔ ناپاک اور گندے الفاظ سے یاد کیا جائے ؛

راجپال کی بدزبانی اور ویدک دھرم

اس اصل کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر مہاشہ راجپال کی ناپاک ترین کتاب "رنگیلا رسول" کی ذمہ واری ویدک دھرم پر عائد نہیں کی جا سکتی۔ اور اس کی اشاعت کی وجہ سے ویدک دھرم کے ماننے والوں کا سر شرم سے نگوں نہیں ہوتا۔ تو وہ فعل جس کے متعلق خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اس کتاب کے نتیجہ میں مترتب ہوا۔ قطعاً اسلام پر کوئی حرف نہیں لا سکتا۔ کیونکہ اسلام کسی بے گناہ کے قتل کو بہت بڑا جرم قرار دیتا ہے۔ اور مذہب کی خاطر ہر قسم کے جبر کو ناجائز ٹھہراتا ہے۔ ویدک دھرم میں بھی اگر بدزبانی اور بدکلامی سے روکا گیا ہے۔ دوسروں کے نازک ترین مذہبی جذبات اور احساسات کو مجروح کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور غیر مذاہب کے مقدس انسانوں کی ہتک اور تحقیر کرنا ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ تو ہندو صاحبان کا فرض ہے۔ کہ ایسے فتنہ خیز افعال کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف آواز اٹھائیں۔ ان سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔ اور ان کی روش کو ویدک دھرم کے خلاف قرار دیں۔

مہاشہ راجپال کی حمایت

لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ اس طرح نہیں کیا جاتا۔ اور نہ صرف یہی نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ایسے لوگوں کی انتہاء درجہ کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ مہاشہ راجپال کے معاملہ کو ہی دیکھیئے اس نے نہایت گندی اور غلاظت سے پُر کتاب شائع کر کے اپنے کروڑوں ہم وطنوں کے دلوں کو زخمی کیا۔ مگر سوائے شاذ و نادر کے ہندو صاحبان نے اس کی حمایت کی۔ اور اسے قانون سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ جس میں انہیں کامیابی حاصل ہوگئی۔ اس کے علاوہ اس کی رسوائے عالم کتاب کی اشاعت میں بڑی سرگرمی دکھائی گئی۔ پنجاب میں اس کے ضبط ہو جانے کے بعد دوسرے صوبوں میں اس وقت تک شائع کی جاتی رہی۔ جب تک گورنمنٹ نے سارے ہندوستان میں اس کی ضبطی کا اعلان نہ کر دیا ؛

غلط خیال سے بچیئے

اس سے قدرتی طور پر مسلمانوں کے دل میں یہ احساس پیدا ہونا چاہیئے تھا۔ کہ سوائے معدودے چند ہندو شرفاء کے باقی سب اسلام کے مقدس بانیؐ کی ہتک اور تحقیر روا رکھتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے جہاں ہم یہ کہیں گے۔ کہ ہندو صاحبان کی اس روش کا ذمہ وار ویدک دھرم کو قرار نہیں دینا چاہیئے۔ وہاں ہمیں یہ کہنے کا بھی حق ہے۔ کہ اگر بالفرض اس درجہ اشتعال دلائے جانے پر کوئی شخص آپے سے باہر ہو کر وہ کچھ کر گذرتا ہے۔ جو اسے معمولی حالات میں نہیں کرنا چاہیئے۔ تو اس کی ذمہ واری بھی اسلام پر عائد نہیں کی جا سکتی۔ ہمیں امید ہے۔ شریف الطبع اور منصف مزاج ہندو اس بارے میں ہمارے ساتھ متفق ہونگے۔ اور اسلام کے متعلق کسی غلط خیال کو اپنے دل میں جگہ نہ دینگے ؛

واقعات قتل

دنیا میں معمولی معمولی باتوں پر روزانہ قتل ہوتے ہیں لیکن ہر ایک قتل کے متعلق اس کے واقعات کے لحاظ سے فیصلہ کیا جاتا ہے۔ گورنمنٹ کے قانون میں بھی ان حالات کا لحاظ رکھا جاتا ہے پھر کس قدر ناانصافی ہوگی۔ اگر مہاشہ راجپال کے واقعہ قتل کے متعلق ان حالات اور اسباب کو نظر انداز کر دیا جائے۔ جو اصل موجب ہیں۔ اور نہ صرف مخالفانہ پہلو اختیار کر لیا جائے۔ بلکہ ایک طرف تو مسلمانوں پر سازش کا الزام لگایا جائے۔ اور دوسری طرف اسلام کو اس طرح بدنام کیا جائے۔ کہ اسلام کے بعض غیر مسلم ہمدردوں اور مداحوں کو بھی یہ کہنے کی ضرورت پیش آئے۔ کہ اس واقعہ سے ۲۰ کروڑ ہندوؤں۔ عیسائیوں۔ بودھوں اور موسائیوں کو اسلام سے نفرت پیدا ہوئی ؛

افسوسناک کوشش

صرف قتل کو دیکھ کر اور اس قتل کا الزام ایک مسلمان پر رکھے جانے پر اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنا ایک بہت ہی افسوسناک کوشش ہے اور آریہ اخبار جن الفاظ میں اس کا ذکر کر رہے ہیں۔ وہ نہایت ہی دلآزار اور تکلیف دہ ہیں۔ مثال کے طور پر اخبار "تیج" (۱۱ - اپریل) کے حسب ذیل الفاظ ملاحظہ ہوں:-

"ایسے بزدلانہ طور پر قتل کرنے والوں کو غازی کا خطاب ہی جھٹ پٹ مل جاتا ہے۔ کیونکہ خیر الماکرین صاحب کی ان کے لئے ایسی ہی ہدایت ہے۔ کہ مکر سے۔ حیلہ سے۔ تلوار سے۔ لالچ سے لوگوں کو اپنی امت میں داخل کرو۔ اور اعتراض کرنے والوں کے لئے ان کے پاس یہی ایک دلیل قتل و خونخواری کی رہ گئی ہے۔ جو چال سے فریب دھوکہ سے یہ کام میں لاتے ہیں"

اس بیہودہ گوئی اور اشتعال انگیزی کے نتائج کبھی اچھے نہیں نکل سکتے۔ اور نہ ملک میں امن و اتحاد پیدا ہو سکتا ہے لیکن حیرت ہے۔ فتنہ و فساد کی اس اصل جڑ کی طرف توجہ نہیں کی جاتی اور جب اس کا افسوسناک نتیجہ نکلتا ہے۔ تو اس کی ذمہ واری اسلام اور مسلمانوں پر رکھ دی جاتی ہے۔ ہندو مسلمانوں میں نفرت پھیلانے کا ذریعہ بنا لیا جاتا ہے۔ اور پورے پورے صفحہ کے "سنسنی خیز" عنوان لکھکر ملک میں دہشت پھیلائی جاتی ہے ؛

برمحل اور بے محل کا فیصلہ

ہر ایک عقلمند جانتا ہے۔ قتل فی نفسہٖ ایسی چیز نہیں۔ کہ جھٹ اس کے خلاف شور مچا دیا جائے۔ اس کے برمحل اور بے محل ہونے کا فیصلہ حالات سے کیا جاتا ہے۔ اور اسی لحاظ سے جہاں بعض حالات کو ناقابل معافی خطرناک جرم قرار دیا جاتا ہے۔ وہاں کئی واقعات کو ایسا نہیں سمجھا جاتا۔ حال ہی میں ایک شخص جس کا نام کھڑک بہادر سنگھ ہے۔ اور جس نے ایک عورت کی عصمت بچانے کی خاطر ایک قتل کا ارتکاب کیا تھا۔ قبل از وقت رہا ہوا ہے۔ اس کے خیر مقدم کے لئے کلکتہ میں "عظیم الشان جلسہ عام منعقد کیا گیا"۔ اہالیان کلکتہ کی جانب سے خیر مقدم کا ایڈریس "پیش کیا گیا"۔ جس میں کھڑک بہادر سنگھ کی شجاعت کا تذکرہ تھا۔ اور امید ظاہر کی گئی۔ کہ دیگر نوجوان بھی آپ کی تقلید کریں گے"۔

یہ بھی ایک قتل ہی تھا۔ جو کھڑک بہادر سنگھ نے کیا تھا۔ اس میں بھی ایک انسان ہی مارا گیا تھا۔ اور بہت بڑا مالدار انسان مارا گیا تھا۔ اسے بھی اپنی جان اسی طرح عزیز تھی۔ جس طرح دوسروں کو۔ لیکن جن حالات میں وہ قتل ہوا تھا۔ اور جو اسباب اس کے قتل کا باعث بنے تھے۔ انہیں مدنظر رکھتے ہوئے اول تو عدالت نے ہی موت کی بجائے قید کی سزا دی۔ پھر ہندوؤں کی طرف سے بار بار عرضداشتیں بھیجنے پر اس میں بھی تخفیف کر دی۔ دوسری طرف لوگوں نے کھڑک بہادر سنگھ کی جرأت اور بہادری کی بے حد تعریف و توصیف کی۔ اس کی رہائی کی پوری پوری سعی کی۔ اور اس سے بے حد ہمدردی اور محبت کا اظہار کیا۔ تیسری طرف کھڑک بہادر سنگھ نے جیل سے نکلتے ہی کہا۔ اگر ایسے حالات پھر پیش آئیں۔ تو پھر وہ اسی فعل کا ارتکاب کرنے کے لئے تیار ہے۔

فتنہ کس طرح رک سکتا ہے

اس واقعہ نے یہ رنگ کیوں اختیار کیا۔ اس لئے کہ اس کے حالات اسی کے مقتضی تھے۔ اب غور فرمائیے۔ اگر ایک شخص اپنی قوم کی ایک خاتون کی عصمت دری پر اس درجہ مشتعل ہو سکتا ہے۔ کہ قتل کا مرتکب ہو جائے۔ اور اس کے اس فعل کو قابل تعریف سمجھا جا سکتا ہے۔ تو اپنے مقدس روحانی راہ نما کی تحقیر اور تذلیل دیکھ کر مشتعل ہونے والے کے حالات کا کیوں لحاظ نہ کیا جائے۔ اور کیوں ایسے حالات کے انسداد کی کوشش نہ کی جائے۔ جب تک اس طرف توجہ نہ کی جائے گی۔ اور ہر ایک مذہب کے مقدس بانیوں کی تعظیم و تکریم کرنے کی تعلیم نہ دی جائے گی۔ اس وقت تک نہ تو اتحاد ہو سکتا ہے۔ اور نہ فتنہ و فساد رک سکتا ہے۔

ہم ہندو صاحبان کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ ہم ان کے رشیوں کی ہر طرح تعظیم کرتے اور انہیں خدا تعالیٰ کے پیارے سمجھتے ہیں۔ اگر وہ بھی مسلمانوں کے مقدس بزرگوں اور روحانی راہ نماؤں کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں۔ اور ان کے خلاف بدزبانی کرنے والوں کو روکیں۔ تو ہندو مسلمانوں کے نہایت ہی خوشگوار تعلقات قائم ہو سکتے ہیں۔ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسی ضرورت کو محسوس کر کے بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کے متعلق لیکچروں کی تحریک فرمائی ہے۔ جس میں گذشتہ سال بہت سے معزز ہندوؤں نے بھی حصہ لیا تھا۔ اس سال بھی ہم امید رکھتے ہیں۔ کہ ہندو حضرات شامل ہونگے۔ الفضل کا خاص پرچہ بھی اسی غرض سے شائع کیا جائیگا۔ جس میں ہندو اصحاب کے بھی مضامین ہونگے۔ اگر ہندوؤں کی طرف سے اسی قسم کی کوئی تحریک ہو۔ تو ہم بڑی خوشی سے اس میں حصہ لینے کے لئے تیار ہیں۔

صدر اسمبلی کا رولنگ

اسمبلی میں جو یہ تنازعہ پیدا ہو گیا تھا۔ کہ گورنمنٹ سیفٹی بل پیش کر سکتی ہے۔ یا نہیں۔ جبکہ بغاوت کا ایک خاص مقدمہ میرٹھ میں چلایا جا رہا ہے۔ اس کے متعلق مسٹر پٹیل پریزیڈنٹ اسمبلی نے یہ فیصلہ دیا تھا۔ کہ گورنمنٹ ایک وقت میں دونوں کام نہیں کر سکتی یا تو قانون حفظ عامہ کا مسودہ اسمبلی میں بحث کے لئے پیش کرے۔ یا میرٹھ کا مقدمہ چلائے۔ اس پر گورنمنٹ کی طرف سے یہ سوال اٹھایا گیا۔ کہ پریزیڈنٹ کو بل کے روکنے کا اختیار نہیں۔ اور گورنمنٹ بغیر میرٹھ کا مقدمہ واپس لئے یا اس کے فیصلہ کا انتظار کئے بل پیش کرنا چاہتی ہے۔

۸ راپریل کو اسمبلی میں اس کے متعلق بحث ہوئی۔ اور جب پریزیڈنٹ صاحب اپنا فیصلہ سنانے کے لئے کھڑے ہوئے تو وزیٹر گیلری سے سرکاری ممبروں کے بنچوں پر دو بم پھینکے گئے اس خوفناک حادثہ کی وجہ سے پریزیڈنٹ صاحب نے اپنا فیصلہ سنانا ۱۱- اپریل تک ملتوی کر دیا۔ اس دن پہلے تو انہوں نے حادثہ بم کے متعلق اظہار افسوس کا رزولیوشن پیش کیا۔ پھر اپنا رولنگ دیتے ہوئے لمبی تقریر کی جس میں بتایا "میرا اس بارہ میں اطمینان ہو گیا ہے۔ کہ میرٹھ کیس کی سماعت کے دوران میں بل پر بحث ممکن ہی نہیں۔ اور اگر ان حالات کے اندر بل پر کوئی بحث کی گئی۔ تو وہ دھوکا اور دکھلاوا ہو گی۔ صدر کو اس ہاؤس کی آئین ساز کارروائی کی وسعت اور طریق پر براہ راست اپنا اثر استعمال کرنے کا حق حاصل ہے"۔

اگرچہ اسمبلی میں بم کے حادثہ نے مسٹر پٹیل کے لئے بہت کچھ پیچیدہ صورت پیدا کر دی تھی۔ تاہم غور و فکر کے بعد وہ جس نتیجہ پر پہونچے۔ اس کا انہوں نے بڑی جرأت کے ساتھ اظہار کر دیا۔ ہم اس بات سے قطع نظر کرتے ہوئے ۔ کہ اس معاملہ میں گورنمنٹ حق بجانب ہے۔ یا صدر اسمبلی۔ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ مسٹر پٹیل نے قابل تعریف جرأت اور حوصلہ کا ثبوت دیا ہے۔ شرافت اور بہادری کا تقاضا یہی ہے۔ کہ نیک نیتی کے ساتھ انسان جس نتیجہ پر پہونچے۔ جب ضرورت لاحق ہو۔ تو اسے صحیح طریق سے ظاہر کر دے۔ خواہ اس کا اثر کسی پر پڑے۔

ٹریڈ ڈسپیوٹ بل

قانون صنعتی تنازعات گورنمنٹ کی طرف سے اس بنا پر پیش کیا گیا تھا۔ کہ صنعتی تنازعات میں مداخلت کر کے باہمی تصفیہ کرانے کا حق گورنمنٹ کو حاصل ہو جائے۔ چنانچہ یہ بل کانگریسی ممبروں کی سخت مخالفت کے باوجود ۳۸ کے مقابلہ میں ۵۶- آراء کی کثرت سے ۸- اپریل ۱۹۲۹ء کو اسمبلی میں پاس ہو گیا۔ اور بالآخر ۱۱- اپریل ۱۹۲۹ء کو کونسل آف سٹیٹ نے بھی اسے منظور کر لیا۔ اس کا ملخص یہ ہے۔ کہ کسی صنعتی تنازعہ کے رونما ہونے پر معاملہ کے سلجھانے اور تصفیہ کرانے کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے ایک ٹریبیونل مقرر کیا جائے گا۔ اگرچہ کوئی فریق قانوناً اس کا فیصلہ ماننے پر مجبور نہیں ہو گا۔

دوسرے یہ کہ وہ لوگ جو کسی ایسے کام پر متعین ہیں۔ جو پبلک کے لئے ضروری ہے۔ اور ماہانہ تنخواہ پاتے ہیں۔ وہ بغیر پیشگی نوٹس دینے کے اگر ہڑتال کریں گے۔ تو مجرم اور مستوجب تعزیر ہونگے۔ اور وہ لوگ جو انہیں ایسا کرنے کے لئے اشتعال دینگے۔ ان سے بھی زیادہ سنگین سزا کے مستحق سمجھے جائیں گے۔

کانگریسی ممبروں نے اس بنا پر اس کی مخالفت کی۔ کہ اس کا منشاء ٹریڈ یونین کی تحریک کو کچلنا ہے۔ لیکن ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں۔ جس پر کسی اندیشہ کا اظہار کیا جا سکے۔ بغیر نوٹس کے سٹرائک کر دینا اور خصوصاً ایسے ادارات کے ملازموں کا جن کا قیام پبلک کے لئے ضروری ہے۔ سخت نقصان دہ ہے۔ اگر تفاہم کا موقعہ پیدا کیا جائے۔ اور اس کے لئے کوشش بھی ہو۔ تو بہت حد تک ان نقصانات سے ہندوستان بچ سکتا ہے جو ایسی سٹرائکوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

مسٹر ایس لال نے اس بل پر کونسل آف سٹیٹ میں تقریر کرتے ہوئے بتایا۔ کہ بمبئی کی جنرل سٹرائک کے باعث کم از کم ۲۱،۰۰۰،۰۰۰- پونڈ کا سخت نقصان ہندوستان کی ملکی صنعت کو برداشت کرنا پڑا۔ اور صنعت و حرفت اور تجارت میں ایسے پس افتادہ ملک کے لئے جیسا کہ ہندوستان ہے۔ اس قسم کے نقصانات سخت قابل افسوس ہیں۔ ٹریڈ ڈسپیوٹ بل سے چونکہ ایسے نقصانات سے بہت حد تک مصئون رہنے کا خیال ہے۔ اس لئے اسے غنیمت سمجھنا چاہیئے۔

گاندھی جی پر راجپال کے قتل کی ذمہ واری

آریوں کی وہ منطق جس کے رو سے مسلمان اور اسلام راجپال کے قتل کے ذمہ وار ہیں۔ اسی کے رو سے گاندھی جی پر بھی اس قتل کی ذمہ واری عائد کی جا رہی ہے۔ چنانچہ اخبار پرکاش (۱۴ اپریل) لکھتا ہے:۔ "مہاتما گاندھی بھی بری الذمہ نہیں۔ جنہوں نے رنگیلا رسول کے خلاف آواز بلند کر کے مسلمانوں کو مہاشہ راجپال کے خلاف اکسایا۔ اور گورنمنٹ کو مقدمہ چلانے کا موقعہ دیا"۔ بجائے اس کے کہ گاندھی جی کے اس طریق عمل کی تقلید کی جاتی۔ جو انہوں نے "رنگیلا رسول" کے متعلق اختیار کیا تھا۔ ان پر قتل کی ذمہ واری ڈالی جا رہی ہے۔ گاندھی جی کو یہی غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ ورنہ جس طرح آریہ مسلمانوں کے علاوہ اسلام پر بھی الزام لگا رہے ہیں۔ ان کے دھرم کو بھی راجپال کے قتل کا ذمہ دار بتائیں۔ تو وہ کیا کر سکتے ہیں۔

ہندوؤں میں طلاق

اگر کوئی قوم اپنے تمدن و معاشرت پر بغیر کسی قسم کی سبکی اور شرمندگی محسوس کرنے کے آج بھی اسی طرح قائم رہ سکتی ہے اور اپنے مذہبی دستور کے تمام انسانی ضروریات پر عقل اور فطرت کے مطابق حاوی ہونے پر تمام اقوام عالم میں فخر سے اپنا سر بلند کر سکتی ہے۔ تو وہ مسلمان قوم ہے۔ ورنہ اور کوئی ایسا مذہب نظر نہیں آتا۔ جو اپنی اصلی حالت پر قائم ہو۔ ویدک دھرم جس کے متبعین اسے عالمگیر ثابت کرنے اور تمام دنیا میں پھیلانے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ اس قدر تبدیل ہو چکا ہے۔ کہ اس کی اصلی صورت بالکل ہی مسخ ہو چکی ہے۔ بیوہ عورتوں کی شادی۔ ہندو عورتوں کو حق وراثت وغیرہ وغیرہ بہت سی ایسی باتیں ہیں۔ جن میں ہندو اپنے مذہبی احکام کو پس پشت ڈال کر اسلامی تعلیم بذریعہ قوانین اپنی قوم میں رائج کرانا چاہتے ہیں۔ طلاق کا مسئلہ جو تمدن انسانی کا ایک نہایت اہم جزو ہے۔ ہندو اس پر بھی محض اس وجہ سے کہ یہ تعلیم اسلام نے پیش کی ہے۔ زبان طعن دراز کرتے رہتے تھے۔ لیکن اب اگر طوعاً نہیں۔ تو کرہاً وہ اس کی طرف آ رہے ہیں۔ چنانچہ لکھنؤ میں جو سوشل کانفرنس منعقد ہوئی اس میں طے پایا۔ کہ عورتوں کو حق طلاق ملنا چاہئے۔ ہندو دھرم میں تغیرات کی اگر یہی رفتار رہی تو مستقبل قریب میں ہندو اصول معاشرت کے اعتبار سے مسلمانوں کے بہت قریب آ جائینگے۔ اور یہ ہمارے لئے بہت خوشی اور مسرت کا موجب ہوگا۔

ہندو مہاسبھا اور قوم پرستی

ایام ایسٹر میں آل انڈیا ہندو مہاسبھا کا ایک اجلاس سورت میں منعقد ہوا۔ مجلس استقبالیہ کے صدر ڈاکٹر رائے نے جو مضمون پڑھا وہ بہت سی دلچسپیوں کا مجموعہ ہے۔ آپ نے کہا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ دھرم کی سیوا کو کس طرح فرقہ پرستی قرار دیا جا سکتا ہے۔ میری رائے ہے کہ اپنی جاتی اور اپنے ملک کی تہذیب و شائستگی کی حفاظت کرنا ہی "قوم پرستی ہے"

اس کے ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا:۔

"لفظ ہندو قومیت کا مترادف ہے۔ کانگریس قومی انجمن کہلاتی ہے لیکن وہ ہر دفعہ اتحاد حاصل کرنے کی خاطر مسلمانوں کے خلاف قومیت فرقہ دارانہ اور خود غرضانہ مطالبات کے سامنے جھک کر اپنے آپ کو ایک قومیت کش جماعت ثابت کر چکی ہے۔ ہندو مہاسبھا بہتر قومیت پرست اور معقولیت پسند جماعت ہے۔ ہندوؤں کو چاہئے کہ وہ مسلموں کی غیر قوم پرستانہ دھمکیوں کی کوئی پرواہ نہ کریں"

عجیب بات ہے کہ جب دھرم کی سیوا اور اپنی جاتی اور ملک کی تہذیب و شائستگی کا نام ہی آپ کے نزدیک قوم پرستی ہے تو مسلمان اگر اپنے مذہب کی خدمت اور اپنی تہذیب و شائستگی کی حفاظت کے لئے جد و جہد کریں تو ان کے مطالبات کو "غیر قوم پرستانہ" قرار دے دیا جاتا ہے ایک بات جو ہندوؤں کے لئے "صحیح قوم پرستی ہے" مسلمانوں کے لئے کس طرح غیر قوم پرستی ہو سکتی ہے؟

اشارات

مہاشے راجپال کا قتل اور اسمبلی میں بم کے نہ معلوم کیا کیا نتائج رونما ہوں۔ لیکن ایک نتیجہ جو فوری طور پر نمایاں ہو گیا۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہندو مسلمانوں کی ذہنیت ظاہر ہو گئی اگرچہ مہاشے راجپال کے قتل کو اسمبلی کے حادثہ سے کوئی ایسی نسبت نہیں کیونکہ یہ ایک فرد کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ اور فرد بھی وہ جو دو سروں کی لکھی ہوئی کتابیں فروخت کرنے کے لئے معمولی سی دکان رکھتا تھا۔ لیکن اسمبلی کے حادثہ کا ارتکاب بہت سے افراد کی جان لینے کے لئے کیا گیا اور افراد بھی وہ جو چیدہ ہیں۔ باوجود اتنے بڑے فرق اور تفاوت کے ہندوؤں نے اس لحاظ سے کہ اسمبلی میں بم پھینکنے والے ہندو تھے۔ اور مسلمانوں نے اس وجہ سے کہ مہاشے راجپال کے قتل کے الزام میں ایک مسلمان گرفتار ہوا۔ جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کی ذہنیت میں کتنا بڑا فرق ہے

مہاشے راجپال کے قتل کے شبہ میں ایک مسلمان گرفتار کیا گیا۔ نہ تو اس کا اپنا اقبال شائع ہوا۔ اور نہ عدالتی طور پر وہ مجرم ثابت ہوا لیکن باوجود اس کے مسلمانوں نے اس کے خلاف نفرت اور حقارت کا اتنا اظہار کیا۔ کہ ہندو اخبارات نے بھی تسلیم کر لیا۔

"اس وقت سمجھدار مسلمانوں نے مہاشے راجپال کے قتل پر قاتل کے اس فعل کی اچھی طرح مذمت کی ہے"

(ملاپ ۱۴ اپریل)

اس کے مقابلہ میں اسمبلی کے حادثہ کے مجرموں نے جن میں سے ایک ہندو اور دوسرا سکھ ہے۔ خود اعتراف کر لیا۔ کہ بم ہم نے پھینکے ہیں۔ اور دوسرے قرائن سے بھی ثابت ہو گیا۔ کہ وہی مجرم ہیں۔ اور انہوں نے خلاف آئین بے گناہ افراد کی جان لینے کی قابل شرم کوشش کی لیکن سوائے چند شریف الطبع ہندوؤں کے کسی نے ان کی مذمت کرنے کی ضرورت نہ سمجھی اور اگر کسی نے رسمی طور پر ایک آدھ لفظ کہا بھی۔ تو ساتھ ہی بہت کچھ اس کے خلاف بھی کہدیا۔ اور سارا الزام گورنمنٹ کے سر تھوپ دیا۔

ہر ایک شخص جو عقل اور سمجھ سے کام لیگا۔ اور جو بیجا طرفداری اور خواہ مخواہ کی الزام تراشی کو خلاف انسانیت سمجھیگا۔ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا۔ کہ اسمبلی میں بم پھینکنے والوں نے اپنے ملک اور اہل ملک کو سخت نقصان پہنچایا۔ اور سیاسی ترقی کو بہت پیچھے ڈال دیا ہے۔ چنانچہ گاندھی جی کو بھی اعتراف کرنا پڑا ہے۔

"اسمبلی میں دو نوجوانوں کے مجنونانہ فعل نے حصول سوراج کو اور بھی زیادہ مشکل کر دیا ہے۔ اور ہم اپنی مساعی حصول سوراج میں نمایاں طور پر ایک قدم پیچھے ہٹ گئے ہیں"

(سیاست ۱۳ اپریل)

لیکن ہندوؤں کے محبوب ترین لیڈر پنڈت موتی لال صاحب نہرو فرماتے ہیں۔ "یہ کہنا کہ "ہندوستان کے مستقبل کے لئے یہ دن بہت برا ہے" اور یہ کہ "ایسا حادثہ ہندوستان کے لئے خطرناک ثابت ہوگا" خاص طور پر مفید نہ ہوگا" گویا یہ حادثہ ہندوستان کے لئے کسی رنگ میں نقصان رساں نہیں کیا ایسے افعال کے متعلق یہ حوصلہ افزائی نہیں اور خاص کر اس صورت میں جبکہ ساتھ ہی یہ الفاظ موجود ہیں۔

"اگر حکومت نے مہاتما گاندھی کے ہاتھ کمزور نہ کئے تو وہ آزادی کے لئے تکالیف اٹھانے کی مثال دکھا کر دنیا کو حیران کر دینگے لوگوں اور حکومت کو حالات کے ٹھیک پہلوؤں کا مطالعہ کرنا چاہئے اب تو مہاتما گاندھی اور براج (قتل اور خونریزی کے ذریعہ انقلاب پیدا کرنے والوں کے لیڈر کا نام) میں سے کسی کو منتخب کرنا ہوگا"

(ملاپ ۱۲ اپریل)

نہرو جی کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں۔ کہ وہ کیا چاہتے ہیں ان کا فیصلہ یہ ہے کہ یا تو گورنمنٹ بلا چوں و چرا گاندھی جی کے مطالبات جو نہرو رپورٹ کی شکل میں پیش ہو چکے ہیں۔ پورے کر دے یا "براج" کو منتخب کرے۔ یعنی قتل و خونریزی کرنے والوں کے مقابلہ کیلئے تیار ہو جائے۔ جب پنڈت موتی لال صاحب ایسے لیڈروں کی طرف سے گورنمنٹ کو اس قسم کی دھمکی دیجائے۔ تو کس طرح امید کی جا سکتی ہے کہ ملک قتل و خونریزی کی مہیب آفت سے بچ سکتا ہے۔

ہندوؤں کے بہت بڑے لیڈر کی ذہنیت کا اندازہ اوپر کی سطور سے ہو سکتا ہے۔ اب ذرا ہندو اخبارات کی روش دیکھئے وہی اخبار جو نہایت بے انصافی اور بے باکی سے مہاشے راجپال کے قتل کا ذمہ دار مسلمانوں کو قرار دے رہے ہیں اور اسلام کی تعلیم کو بتا رہے ہیں۔ وہ اسمبلی کے حادثہ کے متعلق یہ لکھ رہے ہیں۔ "یہ سب گورنمنٹ کے ملازموں کی غلط چالوں کا نتیجہ ہے"

(ملاپ ۱۳ اپریل)

اور یہ نتیجہ بھی کوئی غیر معمولی نہیں "صرف چند ممبر معمولی زخمی ہوئے ہیں" کیونکہ "یہ بم نہیں ہونگے بلکہ معمولی یا غیر معمولی پٹاخے ہونگے۔ اگر یہ واقعی بم ہوتے اور اسمبلی کے ممبروں کو تباہ کرنے کیلئے مارے گئے ہوتے تو یقیناً بڑی بھاری آفت کا سامنا ہوتا" (ملاپ ۱۱ اپریل)

"چونکہ بڑی بھاری آفت کا سامنا" نہیں ہوا۔ اس لئے "ملاپ" یہ ماننے کیلئے تیار نہیں۔ کہ اسمبلی میں کسی نے بم پھینکا اور یہ بات اس کے ذہن میں آ ہی نہیں سکتی۔ کہ غیر معمولی آفت لانے والے بھی ہمیشہ اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب

اسمبلی میں بم اور راجپال کا قتل

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

(فرمودہ ۱۲ اپریل سنہ ۱۹۲۹ء)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کامیابی کے راستہ میں جو روکیں ہوتی ہیں۔ ان کے متعلق ایک گُر بتایا ہے۔ اور وہ گُر یہ ہے کہ ناکام رہنے والے لوگوں کی ناکامی کا سبب یحبون العاجلۃ ویذرون وراءھم یوما ثقیلا ہوتا ہے۔ وہ نہایت ہی محدود نگاہ سے معاملات کو دیکھتے ہیں۔

قریب ترین نتائج

ان کے نزدیک محبوب ہوتے ہیں۔ اور حقیقی اور اصلی۔ غیر متبدل اور دائمی اثرات و نتائج ان کے پیش نظر نہیں ہوتے۔ دنیا میں جس قدر لڑائیاں۔ فسادات اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ان کے اسباب پر غور کیا جائے۔ تو ننانوے فیصدی ایسے نکلیں گے جن کا سبب فریقین میں سے کسی نہ کسی کا یا دونوں کا بغیر کافی غور و فکر کے جلدی سے کسی نتیجہ پر پہنچ جانا اور ایک عاجل نتیجہ پیدا کرنے کی کوشش کرنا ہوگا۔ اگر انسان اپنے جوشوں کو دبائے رکھے اور اگر وہ یہ دیکھے۔ کہ میرے اعمال کا نتیجہ کیا نکلیگا۔ تو بہت سی لڑائیاں دور ہو جائیں۔ بہت سے جھگڑے بند ہو جائیں۔ اور بہت سے فسادات مٹ جائیں۔ میں دیکھتا ہوں

ہندوستان میں اسوقت

متواتر کئی سال سے فساد شروع ہے۔ قوموں میں اختلاف ہے۔ مذاہب میں تفرقہ ہے۔ حکومت اور رعایا میں کش مکش جاری ہے۔ ان سب کی وجہ یحبون العاجلۃ و یذرون وراءھم یوما ثقیلا ہی ہے۔ عاجل نتیجہ کو لوگ پسند کر رہے ہیں۔ اور ایک بھاری آنے والے دن کو نظر انداز کر رہے ہیں ٭

ابھی پچھلے دنوں

دو نہایت ہی خطرناک واقعات

ہوئے ہیں۔ ایک لاہور میں۔ کہ ایک ہندو کتب فروش قتل ہو گیا ہے۔ اور دوسرا دہلی میں کہ اسمبلی کے اجلاس میں بم پھینکے گئے ہیں ان سب فسادات کی تہ میں وہی عاجل چیز نظر آتی ہے۔ ایک حادثہ تو اس کش مکش کی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔ جو رعایا اور حکومت کے درمیان ہے، اور دوسرا اس نفاق و شقاق کا پتہ دیتا ہے۔ جو مختلف مذاہب میں پایا جاتا ہے۔ لیکن اس سیاسی واقعہ اور اس مذہبی جنون کی تہ میں چیز وہی ایک ہی کام کر رہی ہے۔ کہ عاجلہ کی محبت انسان کو اس کے ماحول سے بالکل غافل کر دیتی ہے۔ یہ سیاسی فسادات جو اس وقت ہو رہے ہیں۔ یہ کیوں ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ گورنمنٹ اور رعایا دونوں کی طرف سے پیدا ہوتی ہے۔ رعایا کا ایک حصہ اس کی ساری ذمہ داری حکومت پر عاید کرتا ہے اور حکومت اس کے لئے رعایا کو ذمہ وار ٹھیراتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہیں۔ لیکن ہر وہ شخص جو انصاف سے کام لیگا۔ اور تعصب سے خالی ہو کر اس پر غور کریگا۔ اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہوگا۔ کہ اس میں

دونوں قصور وار ہیں

غلطیاں دونوں طرف سے ہو رہی ہیں۔ ایک طرف حکام گورنمنٹ ابھی تک اسی پرانے اثر کے ماتحت ہیں۔ جبکہ ہندوستان میں ہندوستانیوں کی آواز کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھی۔ وہ ابھی اسی خیال میں ہیں۔ کہ ہمیں خدائی قدرت حاصل ہے۔ جس چیز کو ہم درست سمجھیں۔ نہ صرف یہ کہ اسے درست سمجھا جائے۔ بلکہ واقعہ میں وہ درست ہی ہے۔ اور جسے ہم غلط سمجھیں۔ نہ صرف یہ کہ اسے غلط سمجھا جائے۔ بلکہ فی الواقعہ وہ غلط ہی ہے۔ حالانکہ وہ بھی اسی طرح جلد بازی سے کام لیتے ہیں۔ جس طرح رعایا کے بعض افراد لیتے ہیں اور وہ بھی ملک کے فوائد سے اسی طرح آنکھ بند کر لیتے ہیں۔ جس طرح رعایا میں سے بعض لوگ کرتے ہیں۔ بسا اوقات ان کا لہجہ ایسا

ہتک آمیز

ہوتا ہے۔ کہ ایک آزاد خیال انسان کے دل میں اس کی قومی عزت کا جوش ابال مارتا ہے۔ اور وہ فوراً مقابلہ کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ انگلستان چاہتا ہے۔ کہ ہندوستان اس کے قبضہ میں رہے۔ اور میرا اپنا خیال یہی ہے۔ کہ اگر انگلستان اور ہندوستان کا اتحاد رہے۔ تو اس میں ہندوستان کا بھی فائدہ ہے۔ لیکن اگر انگریز یہ سچی خواہش رکھتے ہیں۔ کہ یہ اتحاد قائم رہے تو لازماً انہیں اپنی روش کو بدلنا پڑے گا۔ ہندوستانیوں میں اس وقت ایک رو پیدا ہو رہی ہے۔ اور ہندوستانی برابری کے مدعی ہیں۔ وہ قوم کے اعزاز اور وقار کو محسوس کرنے لگ گئے ہیں۔ وہ سمجھنے لگے ہیں۔ کہ ہم بھیڑ بکریاں نہیں۔ کہ ریوڑ کی طرح جدھر چاہے۔ ہانک دیا جائے۔ ہم بچے نہیں۔ کہ ہماری نگرانی کی جائے۔ وہ اپنے ملک میں ملکی علوم۔ ملکی تہذیب اور ملکی تمدن کو جاری کرنا چاہتے ہیں۔ پس ان حالات میں اگر انگلستان ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کے افسروں کو اپنے

رویہ میں تبدیلی

کرنی پڑے گی۔ کوئی ملک خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو جب اس میں آزادی کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ تو وہ یقیناً آزادی حاصل کر کے رہتا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں کوئی ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا ملک جس کی آبادی خواہ چند ہزار ہی ہو ہمیشہ کے لئے کسی کا غلام رہا ہو۔ پھر یہ ہندوستان کے ۳۳ کروڑ انسان کہاں

ہمیشہ کے لئے غلامی

میں رہ سکتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ انگلستان اور ہندوستان کے متحد رہنے سے کس کا فائدہ زیادہ ہوگا۔ وہ مدبرین جو اپنی سیاست دانی پر نازاں ہیں۔ جو اپنی تدبیر کی بلند پروازی کے مدعی ہیں۔ تاریخ عالم میں سے

کوئی ایک مثال

ہی ایسی پیش کریں۔ کہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا ملک بھی ہمیشہ کے لئے غلام رہا ہو۔ بے شک کمزور قومیں طاقتور کی ماتحتی میں آجاتی ہیں۔ غلامی اختیار کر لیتی ہیں۔ اور دب جاتی ہیں۔ لیکن ایک محدود عرصہ کے لئے ہمیشہ کے لئے کوئی قوم غلامی میں نہیں رہ سکتی۔ پس اگر انگلستان اور ہندوستان کا تعاون قائم رہنا ہے۔ تو لازمی طور پر حکومت کے افسروں کو اپنا رویہ بدلنا پڑے گا۔ اور بھائیوں کی طرح حکومت کرنی ہوگی۔ وہ افسر جو اپنا رعب جماتے ہیں۔ جو prestige قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ وہی ہیں۔ جو یحبون العاجلۃ کے مصداق ہیں۔ وہ ایک دن ایسا دن لے آئیں گے۔ کہ نہ ان کا رعب باقی رہیگا اور نہ حکومت۔ کیونکہ تنگ آکر قومیں بغاوت کر دیتی ہیں۔ اور اس کی ذمہ داری ایک حد تک ان افسروں پر بھی عائد ہوتی ہے۔ جن کی روش سے یہ پیدا ہوتی ہے ٭

دوسری طرف میں دیکھتا ہوں۔ کہ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں۔ جن میں ملک کی آزادی کا جوش ہے۔ میں اس کی بہت قدر کرتا ہوں۔ اور

آزادی و حریت کا جوش

جو میرے اندر ہے۔ میں سمجھتا ہوں اگر احمدیت اسے اپنے رنگ میں نہ ڈھال دیتی۔ تو میں بھی ملک کی آزادی کے لئے کام کرنے والے انہی لوگوں میں ہوتا۔ لیکن خدا کے دین نے ہمیں بتا دیا کہ عاجلہ کو مد نظر نہیں رکھنا چاہیئے۔ میں ان لوگوں کی کوششوں کو پسند کرتا ہوں۔ مگر بعض دفعہ وہ ایسا رنگ اختیار کر لیتی ہیں۔ کہ انگریزوں کو نقصان پہنچانے کے خیال سے وہ اپنی قوم کے اخلاق اور اس روح کو جو حکومت کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ تباہ کر دیتی ہیں۔ ایسے لوگ بہت خطرناک ہوتے ہیں۔

گورنمنٹ کی خوشامد کرنیوالا

بے شک غدار ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کی غداری اس کے اپنے نفس کے لئے ہوتی ہے۔ جو شخص کسی عہدہ یا دنیاوی مطلب کے حاصل کرنے کیلئے

گورنمنٹ کی خوشامد کرتا ہے۔ وہ بے شک غدار ہے۔ لیکن جو شخص ملک کے اخلاق کو برباد کرتا اور بگاڑتا ہے۔ وہ

اس سے بہت بڑھ کر غدار

ہے۔ پہلے شخص کی غداری کا اثر اس کی اپنی ذات پر ہوتا ہے لیکن دوسرے کی غداری تمام قوم کے لئے تباہی کا موجب ہوتی ہے۔

مَیں حیران ہوں کہ بعض دفعہ اچھے خاصے

تعلیم یافتہ اور سمجھدار انسان

بجائے اس کے کہ جرائم اور خونریزیوں کی پوری قوت اور سختی سے مذمت کریں۔ ایسے فقرے کہہ جاتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ نے ہی ایسی سختی کے لئے لوگوں کو مجبور کیا ہے۔ انگریزوں سے عداوت ہی لیکن کون عقل مند ہے۔ جو انگریزوں کی عداوت کی وجہ سے اپنی قوم کے اخلاق کو تباہ کرنا پسند کریگا۔ اگر ملک کے اندر فتنہ و فساد پیدا کرنا۔ بدامنی پھیلانا۔ خونریزی کرنا جائز ہے۔ اگر ایسے منصوبے کرنا جو دوسروں کی عزت و آبرو کو نقصان پہنچانے کا موجب ہیں۔ جائز ہیں اگر خطرناک سازشیں کرنا جائز ہے۔ تو اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ ہم ہمیشہ کے لئے اپنی قوم کو

حکومت کے ناقابل

بنا رہے ہیں۔ چوری۔ ڈاکہ۔ قتل و غارت و خونریزی کرنیوالے خواہ وہ political motive سے ہی کیوں نہ کی جائیں کبھی اس قابل نہیں ہو سکتے۔ کہ حکومت کے مقام پر کھڑے ہو سکیں پس یہ دونوں عجلت پسند ہیں۔ جبکہ حکومت بعض اوقات ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی رعایا کو دینے پسند نہیں کرتی۔ لیکن وہی چیز ایک سال کے بعد خود کہہ دیتے ہیں۔ کہ لے لو۔ حالانکہ اس وقت اس کے دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس وقت لوگ کہتے ہیں۔ ہم نے ڈرا کر یہ چیز لی ہے۔ اگر پہلے ہی دیدی جاتی۔ تو لوگ سمجھتے محبت سے دی ہے۔ لیکن بعد میں وہ کہتے ہیں۔ ڈرا کر لی ہے۔ میں نہیں سمجھتا میری یہ آواز

حکومت تک

پہنچ سکیگی یا نہیں۔ اور اگر پہنچ سکی۔ تو حکومت پر اس کا کیا اثر ہو گا۔ مگر پھر بھی میں کہوں گا۔ حکام ایسا طریق اختیار نہ کریں۔ جس سے جذبات کو ٹھیس لگے۔ اور جس سے کمزور دماغ کا آدمی کپڑے سے باہر ہو جائے مضبوط دماغ کا آدمی تو کبھی ایسا نہیں کرتا۔ اور ہماری یہی خواہش ہے۔ کہ ہمارے تمام اہل وطن اپنے جوشوں کو دبا کر رکھیں۔ لیکن ہر انسان ایسا کر نہیں سکتا۔ اس لئے حکام کو چاہیئے۔ کہ وہ ایسی باتوں سے احتراز کریں۔ جو کمزور دماغ کے لوگوں میں ہیجان پیدا کر کے فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے کا موجب ہوں؛

اسی طرح میں سمجھتا ہوں

قومی راہنماؤں کا بھی فرض ہے

کہ جھوٹ۔ فریب۔ دغابازی۔ مکاری۔ چوری۔ ڈاکہ۔ قتل و غارت اور خونریزی وغیرہ جرائم کی خواہ وہ حصول آزادی کے لئے ہی کئے جائیں۔ پورے زور کے ساتھ مذمت کریں۔ یہ کافی نہیں کہ جلسوں میں تو ریزولیوشنز پاس کر دیں۔ لیکن پرائیویٹ مجالس میں ان کی تعریف کریں۔ مَیں سمجھتا ہوں۔

ہندوستان کے لیڈروں کا کثیر حصہ

ایسا ہی ہے۔ جو ایسے افعال کی پبلک میں تو مذمت لیکن پرائیویٹ مجالس میں تعریف کرتا ہے۔ اس لئے ملک میں ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی ہے۔ جسے نہ کسی کی عزت کا خیال ہے۔ اور نہ ہی کسی کی آبرو کی پرواہ ہے وہ یہی سمجھتی ہے۔ کہ دنیا میں فتنہ پیدا کرنا۔ بدامنی پھیلانا اور فساد و خونریزی کرنا بہت اچھے افعال ہیں۔ ایسے لوگ وہی ہوتے ہیں۔ جو اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ ہم میں اتنی قابلیت اور اہلیت تو ہے نہیں۔ کہ گورنمنٹ میں عزت یا رتبہ حاصل کر سکیں۔ اس لئے وہ ایسے افعال کا ارتکاب کر کے پبلک میں عزت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور وہ بھی

نفسانیت

سے ہی کام لے رہے ہوتے ہیں۔ کوئی عمدہ خیال یا اچھا جذبہ ان کے مدنظر نہیں ہوتا

دوسرا لاہور میں

راجپال کے قتل کا واقعہ

ہے یہ وہی شخص ہے جس نے ایک نہائت ہی دلآزار اور گندی کتاب شائع کی۔ اور ماتحت عدالتوں سے سزایاب ہونیکے بعد عدالت عالیہ کے ایک جج نے یہ کہہ کر اسے بری کر دیا تھا۔ کہ موجودہ قانون اس کے لئے کوئی سزا تجویز نہیں کرتا۔ اس کے قتل کے شبہ میں ایک مسلمان پکڑا بھی گیا ہے۔ اور اس پر مقدمہ چل رہا ہے۔ گورنمنٹ کا بھی یہی قانون ہے۔ اور عقل بھی یہی کہتی ہے کہ جبتک کسی کا جرم ثابت نہ ہو اسے

قاتل کہنا گناہ ہے

بہرحال قتل ہوا ہے۔ اور قتل کرنے والا کوئی ضرور ہے اس سے انکار نہیں ہو سکتا پہلے بھی دو دفعہ اس پر حملہ ہوا تھا۔ اور یہ واقعہ اپنی قسم کا پہلا واقعہ نہیں اس سے پہلے کئی بار مسلمانوں پر ہندوؤں نے حملے کئے اور قتل و خونریزی تک نوبت پہنچائی۔ پچھلے ہی دنوں لاہور میں نہتے مسلمانوں پر جبکہ وہ نماز پڑھ کر مسجد سے نکل رہے تھے ہندوؤں نے حملہ کر دیا۔ جس سے غالباً ۴-۵ آدمی مارے گئے۔ اور کئی مجروح ہوئے۔ اسی طرح کئی مقامات پر مسلمانوں پر ہندوؤں نے حملے کئے۔ ملتان۔ کٹار پور۔ آرہ۔ بہار۔ بنگال۔ مالا بار۔ دہلی ضلع گوڑگانواں ضلع انبالہ کے واقعات بتا رہے ہیں کہ ہمارے ملک کے لوگ

مذہب کی حقیقت سے ناواقف

ہیں۔ رسولوں کے دنیا میں آنے اور سچے مذہب کی غرض اگر کوئی ہو سکتی ہے تو یہی کہ انسان کو جرم کے ارتکاب سے پہلے روکا جائے۔ گورنمنٹ کا قانون مجرم کو ارتکاب جرم کے بعد پکڑ کر سزا دیتا ہے۔ لیکن مذہب کا کام یہ ہے کہ ارتکاب سے پہلے روکے۔ اور جو مذہب ارتکاب جرم سے روک نہیں سکتا۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ روحانی اور دنیاوی قانون میں یہی فرق ہے۔ کہ روحانی شریعت جرم کے پیدا ہونیسے پہلے روکتی ہے۔ لیکن دنیاوی قانون جرم کے پیدا ہونے کے بعد مجرم کو سزا دے کر اس کے متعدی ہونے کو روکتا ہے دونو کے علیحدہ علیحدہ کام ہیں۔ اگر جسمانی قانون بعد میں سزا نہیں دیتا تو وہ بھی ناقص ہے۔ اور اگر روحانی شریعت جرائم کو قلوب سے نکال دینے کی کوشش نہیں کرتی۔ تو وہ بھی بے فائدہ ہے مذہب کی غرض انسان کے دل میں

خشیت اللہ

پیدا کرنا ہے۔ جو مذہب اس غرض کو پورا نہیں کرتا۔ وہ مذہب کہلانے کا ہرگز مستحق نہیں ہے۔ جو مذہب کبر۔ غرور نخوت تذلیل۔ تحقیر۔ توہین سے نہیں روکتا۔ وہ دراصل مذہب نہیں۔ بلکہ ایک بیماری ہے۔ جسے جس قدر جلد دنیا سے مٹایا جا سکے۔ بہتر ہو گا۔ مذہب وہی کہلا سکتا ہے۔ جو کبر و غرور۔ نخوت و تذلیل۔ تحقیر۔ توہین اور فتنہ و فساد کی تمام راہوں کو بند کرتا ہے؛

مَیں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ ان حالات کو دیکھتے ہوئے جو آج کل رُونما ہو رہے ہیں۔ کوئی مذہبی یا سیاسی لیڈر یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ اس کا مذہب اپنے پاؤں پر کھڑا ہے۔ اور اس کے گرنے کا کوئی خدشہ نہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے جن قوموں میں دوسروں کی عزت و آبرو کی حفاظت کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ ایسی قومیں اپنے ہاتھوں سے

اپنی موت کے فیصلہ پر دستخط

کرتی ہیں۔ اور جو شخص اپنی قوم کے ایسے افراد کی پیٹھ ٹھونکتا ہے۔ ان کے لئے بہانے اور عذر تلاش کرتا ہے۔ وہ اپنی قوم کا

بدترین دشمن

ہے۔ ناروا افعال پر جتنا بھی اظہار مذمت کیا جائے اتنا ہی قومی خدمت ہے۔ جو مائیں محبت سے اپنی اولاد کے جرائم کو چھپاتی ہیں۔ وہ مائیں خیر خواہ نہیں۔ بلکہ اولاد کی دشمن ہوتی ہیں۔ ہمارے ملک میں

ایک مشہور قصہ

ہے۔ کہ کسی عادی مجرم کو جب پھانسی پر لٹکایا جانے لگا۔ تو اس نے ماں سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ اسیر اس خیال سے کہ بجائے کسی عمدہ کھانے یا کسی اور بات کے اس نے آخری وقت میں اپنی ماں سے ملنے کی خواہش کی۔ ان افسروں نے جو وہاں متعین تھے۔ خاص اثر محسوس کیا۔ اور اس کی ماں کو بلایا گیا۔ جب وہ آئی۔ تو اس نے کہا۔ ذرا میرے قریب کر دو۔ میں کان میں ایک بات کہنی چاہتا ہوں جب قریب کیا گیا تو اس نے اپنی ماں کا گلہ کاٹ لیا۔ لوگوں نے کہا کم بخت! تو اس وقت میں بھی ایسے فعل سے باز نہ آیا جبکہ پھانسی پر لٹکنے لگا۔ اس نے کہا۔ میں پھانسی پر لٹکتا ہی اس ماں کی وجہ سے ہوں۔ بچپن میں جب چوری کیا کرتا۔ تو یہ میری پیٹھ ٹھونکا کرتی تھی۔ اگر یہ ایسا نہ کرتی۔ تو عادی چور ہو کر آج میں اس نتیجہ کو نہ پہنچتا۔ اسی طرح مجرموں کی خواہ انھوں نے ہتک انبیاء کا جرم کیا ہو۔ خواہ قتل کا جو لیڈر پیٹھ ٹھونکتے ہیں۔ وہ خود مجرم ہیں۔ قاتل۔ ڈاکو۔ اور وہ

خبیث الفطرت اور گندے لوگ

جو انبیاء کو گالیاں دیتے ہیں۔ ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کی تعریف کی جائے۔ ان کی قوم اگر اپنے اندر دینداری۔ تقوٰی اور اخلاق رکھنے کی مدعی ہے تو اس کا فرض ہے ایسے افعال کی پورے زور کیساتھ

مذمت کرے۔ اسی طرح اس قوم کا جس کے جوشیلے آدمی قتل کرتے ہیں۔ خواہ انبیاء کی توہین کی وجہ سے ہی وہ ایسا کریں۔ فرض ہے کہ پورے زور کے ساتھ ایسے لوگوں کو دبائے اور ان سے اظہار برأت کرے۔ انبیاء کی عزت کی حفاظت قانون شکنی سے نہیں ہوسکتی۔ وہ نبی بھی کیسا نبی ہے جس کی عزت کو بچانے کیلئے

خون سے ہاتھ رنگنے

پڑیں۔ جس کے بچانے کے لئے اپنا دین تباہ کرنا پڑے۔ یہ سمجھنا کہ محمد رسول اللہ کی عزت کے لئے قتل کرنا جائز ہے سخت نادانی ہے کیا محمد رسول اللہ کی عزت اتنی ہی ہے کہ ایک شخص کے خون سے اس کی ہتک دھوئی جاسکے۔ بعض نادان کہدیا کرتے ہیں۔ کہ محمد رسول اللہ کی ہتک کی سزا قتل ہے۔ میں کہتا ہوں۔ تاریخ سے کوئی

ایک مثال

ہی ایسی پیش کی جائے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کسی ایک انسان کو بھی محض آپ کو بُرا کہنے کی وجہ سے قتل کیا گیا ہو۔ اور اس قتل میں کسی

پولیٹیکل جرم کا دخل

نہ ہو۔ کوئی ثابت کرے کہ محض اس جرم میں کسی کو قتل کیا گیا۔ ہاں اگر کسی کے متعلق یہ شبہ ہُوا۔ کہ وہ غیر قوموں کو مسلمانوں پر چڑھا لائیگا اور سازشیں کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچائیگا۔ تو یہ اور بات ہے صرف توہین رسول کے جرم میں کبھی کوئی ایک شخص بھی قتل نہیں کیا گیا اگر ایسا کرنا جائز ہوتا۔ تو عبد اللہ بن ابی ابن سلول کو کیوں زندہ چھوڑ دیا جاتا۔ حالانکہ اس نے علی الاعلان کہا تھا۔ کہ لیخرجن الاعز منہا الاذل۔ کہ میں جو سب سے زیادہ معزز ہوں (نعوذ باللہ) سب سے زیادہ ذلیل یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نکال دونگا۔ محمد رسول اللہ کے پاس ایسی باتوں کی اطلاع بھی پہنچ جاتی تھی۔ پھر صحابہ نے یہ بھی کہا۔ کہ اس کے ساتھیوں میں سے۔۔۔۔ ؟ بعض کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن رسول کریم نے فرمایا نہیں۔ لوگ کیا کہینگے کہ محمدؐ نے اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ اگر قتل جائز ہوتا۔ تو وہ منافق جو آخری وقت تک مسلمانوں میں موجود رہے۔ کس طرح زندہ رہ سکتے تھے۔ قرآن کریم میں صاف طور پر بیان ہے۔ کہ منافق لوگ

ہتک و تضحیک

کرتے اور ٹھٹول بازی سے کام لیتے تھے۔ پس جب یہ ثابت ہے۔ کہ ہتک کی جاتی تھی۔ اور قرآن کریم سے یہ بھی ثابت ہے کہ بہت سی باتوں کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم بھی دیا جاتا تھا۔ اور یہ بھی ثابت ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے لوگوں کے نام بھی معلوم تھے۔ چنانچہ صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے نام حذیفہ بن الیمان کو بھی بتائے حتیٰ کہ صحابہ کا طریق تھا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جس شخص کا جنازہ پڑھنے سے حذیفہ انکار کرتے۔ وہ بھی انکار کر دیتے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ حذیفہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے نام بتا دیئے تھے۔ اس سے معلوم ہُوا۔ کہ نہ صرف یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی منافق موجود تھے۔ بلکہ یہ بھی کہ آپ کی وفات کے بعد بھی تھے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی میں ان میں سے

ایک شخص بھی

قتل نہیں کیا گیا۔ سوائے ان کے جن پر کوئی پولیٹیکل جرم ثابت ہوچکا ہو۔ خالص تضحیک کرنے والا ایک شخص بھی قتل نہیں ہوا۔ بلکہ صحابہ کے زمانہ میں بھی کوئی نہیں ہُوا۔ اگر ایسے لوگوں کو قتل کر دینے کا حکم ہوتا۔ تو حذیفہ کو چاہئے تھا۔ تمام مسلمانوں کو بتا دیتے کہ فلاں فلاں لوگ منافق ہیں۔ انہیں فوراً قتل کر دو۔ کیونکہ اپنی قوم کا ہتک کرنیوالا دوسروں سے بہت زیادہ مجرم ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک یہودی نے حضرت عمرؓ کے سامنے کہا۔ میں قسم کھاتا ہوں۔ موسیٰ کی جسے خدا نے سارے انسانوں پر فضیلت دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اسے مارا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہونچی تو آپ نے حضرت عمرؓ سے کہا۔ کہ کیوں مارا۔ ایسا نہیں چاہئے تھا۔ یہ نہیں کہا۔ کہ تلوار کیوں نہ چلائی۔ غرض قتل پر آمادہ ہو جانے کا طریق غلط ہے۔ اور اس سے قوموں کے اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں۔ پس میں مسلمانوں سے بھی اور ہندوؤں سے بھی

درخواست

کرتا ہوں۔ کہ وہ عاجل باتوں کی طرف نہ جائیں۔ مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ چاند پر تھوکنے سے اپنے ہی منہ پر آکر تھوک پڑتا ہے۔ مخالف خواہ کتنی ہی کوشش کریں محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو گرد و غبار سے نہیں چھپا سکتے۔ اس

نور کی شعاعیں

دور دور پھیل رہی ہیں۔ تم یہ مت خیال کرو۔ کہ کسی کے چھپانے سے یہ چھپ سکیگا۔ ایک دنیا اسلام کی معتقد ہو رہی ہے۔ پادریوں کی بڑی بڑی سوسائٹیوں نے اعتراف کیا ہے۔ کہ ہمیں سب سے زیادہ خطرہ اسلام سے ہے۔ کیونکہ اسلام کی سوشل تعلیم کی خوبیوں کے مقابلہ میں اور کوئی مذہب نہیں ٹھہر سکتا۔ اسلام کا تمدن یورپ کو کھائے چلا جا رہا ہے اور بڑے بڑے متعصب اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ اسلام کو

گالی دینے سے

اسلام کی ہتک ہوگی۔ وہ اگر عیسائی ہے تو عیسائی مذہب کا دشمن ہے اگر سکھ ہے تو سکھ مذہب کا دشمن ہے۔ اور اگر ہندو ہے تو ہندو دھرم کا دشمن۔ ہتک تو دراصل گالی دینے والے کی ہوتی ہے۔ جسے گالی دیجائے اس کی کیا ہتک ہوگی۔ ہتک تو اخلاق کی بناء پر ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص مجھے گالیاں دیتا ہے۔ تو وہ اپنی

بد اخلاقی کا اظہار

کرتا ہے اور اس طرح خود اپنی ہتک کرتا ہے۔ میں گالیاں سنتا ہوں اور برداشت کرتا ہوں تو اپنے بلند اخلاق کا اظہار کرتا ہوں جو میری عزت ہے وہ مذہبی لیڈر جنہوں نے قوموں کی ترقی کے لئے کام کیا۔ خواہ کسی بڑے طبقہ میں یا ایک بہت ہی محدود طبقہ میں کیا ہو۔ وہ

قابل عزت

ہیں اور انسانی فطرت کا تقاضا یہی ہے۔ کہ ان کی عزت کی جائے۔ جو قوم ایسا نہ کرنیوالوں کی مدد کرتی ہے وہ خود اپنی تباہی کا سامان پیدا کرتی ہے اسی طرح وہ لوگ جو قانون کو ہاتھ میں لیتے ہیں وہ بھی مجرم ہیں اور اپنی قوم کے دشمن ہیں اور جان کی پیٹھ ٹھوکتا ہے۔ وہ بھی قوم کا دشمن ہے۔ میرے نزدیک تو اگر یہی شخص قاتل ہے جو گرفتار ہوا ہے۔ تو اس کا

سب سے بڑا خیر خواہ

وہی ہوسکتا ہے۔ جو اس کے پاس جائے۔ اور اسے سمجھائے کہ دنیاوی سزا تو تمہیں اب ملیگی ہی۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ ملے۔ تمہیں چاہئے خدا سے صلح کر لو۔ اس کی خیر خواہی اسی میں ہے۔ کہ اسے بتایا جائے تم سے غلطی ہوئی۔ ہم تمہارے جرم کو کم تو نہیں کر سکتے لیکن بوجہ اسکے کہ تم ہمارے بھائی ہو تمہیں مشورہ دیتے ہیں کہ توبہ کرو گریہ وزاری کرو اور

خدا کے حضور گڑگڑاؤ

یہ احساس ہے جو اگر اسکے اندر پیدا ہوجائے تو وہ خدا کی سزا سے بچ سکتا ہے اور اصل سزا وہی ہے۔

ہندو مسلمانوں کو چاہئے۔ کہ ایک دوسرے کے بزرگوں کی خوبیوں پر نظر رکھیں اور یہی طریق قیام امن کا موجب ہوسکتا ہے اسی لئے میں نے ایسے

جلسوں کی بنیاد

رکھی تھی۔ کہ تا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں) دنیا کے سامنے پیش کی جاسکیں۔ اور اگر دوسری قومیں بھی اپنے مذہبی پیشواؤں کے متعلق ایسا انتظام کریں تو بشرطیکہ کوئی پولٹیکل فائدہ انکے مدنظر نہ ہو۔ ہم ان میں بھی ضرور شامل ہونگے ہمارا یہ کہہ لینا کہ فلاں شخص خادم ملک و ملت تھا۔ ہماری ہتک نہیں۔ بلکہ یہ معنی رکھتا ہے۔ کہ

ہماری آنکھیں

درست ہیں۔ یہی طریق ہے جس سے مختلف اقوام میں صلح ہوسکتی ہے کہ جس کسی سے کوئی خدمت کی ہے اس کا اعتراف کیا جائے اسی لئے میں نے ان جلسوں کی تحریک کی تھی۔ اور میں پھر کہتا ہوں کہ اگر ہندو اور سکھ بھی ایسا انتظام کریں اور وہ کسی سیاسی غرض سے نہ ہو۔ تو ہم اس میں بھی ضرور حصہ لینگے۔ ہم جسے نیک کام سمجھتے ہیں۔ اس میں حصہ لینے کے لئے بخوشی تیار ہیں۔ میں امید کرتا ہوں مذہب سے دلچسپی رکھنے اور خدا کے دین کو دنیا میں قائم کرنے والے خواہ وہ ہندو ہوں یا سکھ یا ہماری طرح مسلمان سب ملکر کوشش کرینگے۔ کہ ان فسادات کو دور کیا جائے۔ اور فتنہ کو مٹایا جائے جن بزرگوں کا ادب و احترام ضروری ہے۔ انکا مناسب احترام کیا جائے اور جو باتیں قوموں کے اخلاق بگاڑنے کا موجب ہوں انکی پورے زور سے مذمت کیجائیں۔

گورنمنٹ کو بھی نصیحت

کرتا ہوں۔ گو معلوم نہیں۔ وہ اسے قبول کریگی یا نہیں یا اس پر کیا اثر ہوگا مگر میں اپنا فرض ادا کرتا ہوا کہتا ہوں۔ گورنمنٹ بھی عاجلہ کو چھوڑ دے اسی طرح لیڈروں سے بھی یہی کہتا ہوں کہ وہ بھی عاجلہ کو چھوڑ دیں قوموں کے معاملات دنوں میں طے نہیں ہوا کرتے۔ جو لوگ اس خیال سے کہ حکومت جلد مل جائے۔ ملک میں بغاوت کراتے ہیں۔ وہ دیانت اور نیکی کی جڑ کو کاٹنے والے ہیں۔ اور

۳۳ کروڑ انسانوں کے قاتل

ہیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کی عزت کریں تو صحیح راستہ اختیار کریں فریب سے عزت نہیں کرائی جاسکتی۔ دنیا آخر صحیح نتیجہ پر پہنچ جاتی ہے۔ اور ملامت کے قابل کی ملامت اور عزت کے مستحق کی عزت کرتی ہے۔

ولادتِ مسیح علیہ السلام پر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے اعتراضات کا جواب

(ایک معزز غیر احمدی مسلم کے قلم سے)

(۲)

ولادتِ مسیح علیہ السلام کے مضمون پر ہمیں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو مخاطب کرنے کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔ ڈاکٹر صاحب کو ہمیشہ اختیار ہے۔ کہ آزادانہ اپنے لئے جو مسلک بھی چاہیں۔ اختیار کریں۔ لیکن آنجناب نے خلاف واقعہ جناب مرزا صاحب کے عقائد کو بگاڑ کر پیش کرنے کی کوشش فرمائی۔ اور اس معاملہ میں ہرگز انصاف سے کام نہ لیا۔ اس لئے ہمارے مقالہ کا در اصل منتہائے نظر اور حقیقی مقصد صرف یہ دکھانا ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب نے خواہ نخواہ اپنی تائید میں جناب مرزا صاحب کو پیش کیا ہے۔ اور مرشد کے غیر مشتبہ عقائد پر ناحق پردہ اور حجاب ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ دیگر ہمیں یہ دکھانا بھی مقصود ہے۔ کہ جناب مرزا صاحب کی اپنی تحریرات کے مطابق اُن کا کوئی مرید یہ حق نہیں رکھتا۔ کہ آنجناب سے اختلافِ صریح کرنے کے بعد اُن کے دائرۂ ارادت میں داخل سمجھا جاسکے۔ جناب مرزا صاحب نے جس حالت میں اپنے مریدوں کے لئے صاف الفاظ میں شرائط اور قیود مقرر فرما دی ہیں۔ ان حدود کو توڑ کر مریدی اور تلمذ کا دعوے کرنا بجا نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص ان شرائط کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بھی اپنے آپ کو جناب مرزا صاحب سے ہی وابستہ سمجھے، تو یہ اسے اختیار ہے۔ صاحبان انصاف کے نزدیک یہ تعلق اور ادعا مزور خام اور غیر اصل ہے۔

جناب مرزا صاحب کے ارشادات

جناب ڈاکٹر صاحب سے ہمیں ہرگز کوئی ذاتی پرخاش نہیں۔ ہمارا مدعا ایک واقعہ پر سچی شہادت پیش کرنا ہے۔ مبائعین اور غیر مبائعین کے داخلی مناقشات اور اختلافات سے ہمیں ہرگز کوئی سروکار نہیں۔ ہمارا ذاتی مسلک دونوں سے مختلف ہے۔ اس مضمون سے محض اظہارِ حقیقت پیش نظر ہے واللہ۔ کسی فرد خاص یا جماعت کی تحقیر مطلقاً مراد نہیں۔ جناب مرزا صاحب مرحوم نے اپنے شاگردوں اور مریدوں کے لئے جو قیود مقرر فرمائیں۔ ان سب کو تو ہم اس جگہ درج نہیں کر سکتے۔ لیکن بطور مشتے نمونہ از خروارے چند ایک اقتباسات آنجناب کی تصنیفات سے ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں۔ ہر صاحب نظر اور منصف مزاج خود ہی فیصلہ کر سکتا ہے۔

تحفۂ گولڑویہ صفحہ ۲۷ کا حاشیہ:۔ "جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے۔ وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے۔ اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے۔ اور ہر ایک تنازع کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے۔"

ڈاکٹر صاحب بھی اپنے ایمان اور عقیدہ کے مطابق جناب مرزا صاحب کو حَکَم ہی سمجھتے ہیں۔ یہ ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ اُن کے ایما ایمان اور عقیدہ کو ہم وسیع لغوی معنوں پر تعبیر کریں۔ یا اسلامی اصطلاح کے مطابق سمجھیں۔ شائد وہ خود ہی تصریح فرمائیں۔

تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۴ کا حاشیہ:۔ "یہ مقام ہماری جماعت کے لئے سوچنے کا مقام ہے۔ کیونکہ اس میں خداوند قدیر فرماتا ہے۔ کہ خدا کی محبت اسی سے وابستہ ہے۔ کہ تم کامل طور پر پیرو ہو جاؤ۔ اور تم میں ایک ذرہ مخالفت باقی نہ رہے۔" خدا ہی جانتا ہے۔ کہ مذکورہ عبارت نکاتِ ذوق و وجدان کی مظہر ہے۔ یا عینی حقیقت پر محمول ہے۔

الفاظ بالکل صاف ہیں مطلب بھی بالکل واضح ہے۔ پھر الدام باوجود صریح اختلاف اور مخالفت کے جناب مرزا صاحب کی مریدی پر کیوں فخر کیا جا رہا ہے؟

سر سید احمد اور مسئلہ ولادت مسیح علیہ السلام

جناب سر سید مرحوم نے سب سے پہلے بڑے زور شور سے مسیح کی ولادت بلا پدر کی مخالفت کی۔ اور کہا۔ کہ مسیح کی بلا باپ پیدائش کا عقیدہ سنت اللہ مشہودہ کے خلاف ہے۔ جناب ڈاکٹر صاحب نے سر سید مرحوم سے بڑھ کر کوئی دلیل اس بارہ میں پیش نہیں فرمائی۔ آپ کے دلائل وہی پرانے ژولیدہ اور مالیدہ ہیں۔ جو اس خیال کے قاعدِ اعظم سر سید مرحوم کے تھے۔ ہم کافر گری کا منصب اپنے ہاتھ میں لینا نہیں چاہتے۔ اگر جناب مرزا صاحب نے اس قسم کے عقائد رکھنے والوں کو خارج از اسلام بتلایا۔ تو ظاہر ہے۔ کہ اس کا بوجھ زیادہ تر انہی حضرات پر پڑے گا۔ جو ان کی اپنی جماعت میں ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ہم خود تو اس خیال کے ہرگز حامی نہیں (واللہ اعلم)

مسئلہ ولادت پر مزید روشنی

ہم پہلے بتا چکے ہیں۔ کہ مریم صدیقہ کو ایام حمل میں لوگوں کی نظاروں سے محفوظ رکھنے کے لئے اللہ تعالےٰ کی حکمت بالغہ نے کسی دوسرے مقام پر پہنچا دیا۔ ظاہر ہے۔ کہ پردیس اور غریب الوطنی میں وضع حمل کے وقت وہ آرام میسر نہیں ہو سکتا۔ جو خود اپنے وطن میں حاصل ہو سکتا ہے۔ زچگی کی تکلیف اور آئندہ رسوائی کے خوف نے مریم صدیقہ کے کرب اور مصیبت کو دوگنا بنا دیا تھا۔ خدا تعالےٰ کی سنت کے مطابق اضطرار کے وقت آپ پر سکینت الٰہیہ نازل ہوئی۔ قرآن پاک نے اس کو بالفاظ ذیل بیان فرمایا ہے:۔

فنادٰھا من تحتھا الا تحزنی قد جعل ربک تحتک سریا۔ وھزی الیک بجذع النخلۃ تسٰقط علیک رطبا جنیا۔ فکلی واشربی وقری عینا فاما ترین من البشر احدا فقولی انی نذرت للرحمٰن صوما فلن اکلم الیوم انسیا۔ (ترجمہ) پس اس نے (فرشتہ نے) اس کے نیچے سے آواز دی۔ کہ (اے مریم) تو غم مت کھا۔ تحقیق تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ بنایا ہے۔ اور (تو) کھجور کی جڑ کو اپنی طرف ہلا۔ تجھ پر تازہ کھجوریں گریں گی۔ پس کھا اور پی۔ اور ٹھنڈی کر (اپنی) آنکھیں۔ پس اگر تو کسی انسان کو دیکھے۔ تو کہہ دینا کہ میں نے رحمان کے واسطے روزہ مانا ہے۔ پس میں آج کسی انسان سے کلام نہ کروں گی"۔

مذکورہ آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کوئی جنگل کا مقام تھا جہاں انسان کا گذر بہت کم تھا۔ اب خدارا بغیر کسی فلسفیانہ اینچ پینچ کے غور کیجئے۔ کہ آیا پروردگار اور رحیم خدا نے حالات حاضرہ کا کس قدر کامل علاج تجویز فرمایا۔ عام طور پر وضعِ حمل کے بعد زچہ کو کھجوریں یا چھوہارے استعمال کرائے جاتے ہیں۔

غریب الوطن مریم

پردیسن اور غریب الوطن مریم کے پاس اس نازک موقع پر کوئی انسان کسی قسم کا کوئی انتظام کرنے والا اور خبر گیر موجود نہ تھا۔ خود مولا کریم نے عین اسی مقام پر چشمہ کی موجودگی کی خبر دی۔ کھجوروں کا سایہ سر پر کر دیا۔ تاکہ نقل و حرکت کی تکلیف نہ ہو۔ روزہ کی تلقین اس لئے فرمائی۔ کہ ایسے موقعہ پر زبان کو بند رکھنے سے راہ گذروں کے سوالات سے محفوظ رہے۔ اور قلبی غموم جو اس صدیقہ کو محصور کئے ہوئے تھے۔ اُن سے نجات پائے۔ یہ اُس خدا کے کام ہیں۔ جو اسباب آفرین اور قادر علی الاسباب ہے۔ اور جو حکیم اور سچا یاور اور مددگار ہے۔ اس تمام طرزِ کلام اور بیان سے کسی آیتِ خاصہ اور نادرہ کا اظہار ہو رہا ہے۔ ہاں پر مانیگا وہی جو دل سے خدا کو قادر مطلق یقین کرتا ہے۔

تحملہ پر نظر

اس کے بالکل ساتھ ہی فرمایا:۔

"فاتت بہ قومھا تحملہ۔ قالوا یٰمریم لقد جئت شیئا فریا"۔ یعنی اس کو (مولود کو) اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس لائی۔ وہ بولے۔ اے مریم تحقیق تو بہتان کی چیز لے آئی (مریم)

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ تحملہ سے مراد یہ ہے۔ کہ مریم صدیقہ کو کوئی طولانی سفر درپیش تھا۔ اس لئے بیٹے کو سوار کرا کر لائیں۔ سوار کرانے کے متعلق آپ نے ایک دوسری قرآنی آیت کا حوالہ بھی دیا ہے جو حسب ذیل ہے:۔

ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملھم قلت لا اجد ما احملکم علیہ

ترجمہ:۔ اور نہ ان لوگوں پر کسی طرح کا الزام ہے۔ جو آپ (نبی کریم) کے پاس اس لئے آئے۔ کہ آپ انہیں سواری مہیا کر دیں۔ اور آپ نے ان سے کہا۔ کہ میرے پاس کوئی سواری نہیں۔ جس پر تمہیں لے چلوں"

ڈاکٹر صاحب کا استدلال یہ ہے۔ کہ سورہ مریم میں تحملہ کے لفظ سے

بھی مراد سوار کرا کر لانے کے ہیں۔ گود میں اٹھا لانا اس سے مراد نہیں آپ کا یہ بھی خیال ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ کی عمر اس واقعہ کے وقت ۳۰ یا ۴۰ سال کی تھی۔ اور یہ سفر مصر سے واپسی کا تھا۔ یہ ساری باتیں آپ انجیل متی سے استنباط کر رہے ہیں۔ انجیلوں کے متعلق ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ کہ متی اور لوقا کی روایات اس خاص بارہ میں مطلقاً مختلف ہیں۔ دونوں متی اور لوقا انجیل کے مساوی الحیثیت اور لازمی حصص ہیں۔ چونکہ ان میں تضاد اور تناقض ہے۔ اس لئے ہم قرآن کے سوائے کسی حوالہ کو قبول نہ کریں گے۔

تحملہ کا قرینہ

تحملہ کا اصل حمل ہے۔ جس سے مراد کسی چیز کا اٹھانا ہے تحملہ مؤنث پر دلالت کرتا ہے۔ جس کا لفظی ترجمہ "وہ عورت اٹھاتی ہے اس کو" (کسی مذکر کو) ہے۔ اب قابل غور امر یہ ہے۔ کہ کسی واقعہ کی تحقیق کے لئے قرینہ کا ہونا ضروری ہے۔ یا نہیں۔ یہاں ایک ماں کے وضع حمل کا ذکر درپیش ہے۔ اس کو بچہ ہوتا ہے۔ ماں کا مولود کو خود اٹھا کر لانا زیادہ قریب الی الواقعہ ہے۔ یا اس کو کسی جانور پر سوار کرا کر لانا کیا مائیں اپنے بچوں کو اٹھایا نہیں کرتیں۔ سواری کا بیان کیا محل ہے۔ اور اس کے ذکر کی کیا خاص ضرورت ہے۔ ماں کے اٹھا کر لانے کو اس لئے بیان فرمایا۔ کہ مولود خورد سال اور گہوارہ کی عمر میں تھا۔ نیز ماقبل اور مابعد کا کلام اس پر کامل طور پر تصدیق ثبت کرتا ہے کہ مولود مریمؑ یعنی حضرت مسیحؑ کی عمر اس وقت بہت چھوٹی تھی۔ ڈاکٹر صاحب فاتت کی فاء کو تعقیب پر محمول کر کے اتصال فی الزمان کو غیر یقینی خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ آپ کا مغالطہ ہے۔ کیونکہ فاء کے بعد کا واقعہ بہرصورت ولادت کے بعد کا ہے سوال صرف یہ ہے کہ قوم کے پاس حضرت عیسیٰ کو لانے کا واقعہ متصل قریب میں ہوا۔ یا بعید میں۔ قرائن نہائت زور سے شہادت دے رہے ہیں۔ کہ ولادت کے بعد قریبی زمانہ میں یہ واقعہ پیش آیا۔ فرشتہ کے اولین نزول کے وقت سے لے کر سارا کلام مسلسل یا قریبی زمانہ کے تعلق سے بیان ہوتا چلا آیا ہے

"فاء" تعقیب

بعینہٖ اسی قسم کی "فاء" (ف) تعقیب فاتت سے قبل خاص اسی کلام اور واقعہ کے اندر کئی ایک مواقعہ پر آ چکی ہے۔ اور ہر ایک فاء کے بعد کے کلام کا تعلق ماقبل کے کلام سے قرب زمانی کا متقاضی ہے۔ واذکر فی الکتاب مریم سے شروع کر کے "فاتت" تک پڑھ جائیے۔ اور دیکھئے۔ کہ کتنی دفعہ فاء (ف) کا حرف واقعہ ہوا ہے۔ ۱۔ فانتبذت ۲۔ فارسلنا ۳۔ فتمثل ۴۔ فحملته ۵۔ فانتبذت ۶۔ فاجاءها المخاض ۷۔ فناداها ۸۔ فکلی ۹۔ فاما ۱۰۔ فقولی ۱۱۔ فکلن۔ اسی پر بس نہیں۔ "فاتت" کے بعد بھی یہ فاء تعقیب وارد ہوئی ہے۔ یعنی "فاشارت" میں۔

قابل غور امر

مذکورہ تفصیل سے صاف طور پر ظاہر ہے۔ کہ خاص ان چند سطور میں یا حرف "فاء" کا بشمول "فاتت" تیرہ مرتبہ آنا اور ہر واقعہ کا بزمانہ کا قریبی تعلق ہونا کلی طور پر اس امر پر قطعی دلالت ہے۔ کہ فاتت کا واقعہ بھی اپنے پہلے کلام کے ساتھ قریبی تعلق رکھتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب شائد اس کو بازیچۂ اطفال تصور کریں۔ مگر ہمارے ایمان اور ایقان کے مطابق یہ قرآن پاک کا اعجاز ہے۔ کہ چودہ سو سال مابعد کے آنے والے تنازعہ کو خدائے علام الغیوب نے پہلے ہی اپنے کلام معجز نظام میں فیصلہ فرما دیا۔ (واللہ اعلم بالصواب) اور ڈاکٹر صاحب جو اعتراض "فاتت بہ" کی فاء پر کرنے والے تھے اسے رد فرما دیا۔

گدھی کی سواری

ڈاکٹر صاحب نے "فاتت بہ" کو گدھی کی سواری کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن اس واقعہ کے متعلق ۲۴- اکتوبر ۱۹۲۸ء کے مذاکرۂ علمیہ میں سخت غلط بیانیوں سے کام لیا گیا ہے۔ متی کے باب ۲۱ کا حوالہ دے کر آپ نے اصل واقعہ پر مطلق غور نہیں کیا۔ اور جدت طرازی کے شوق میں وارفتہ ہو کر یہ نہیں دیکھا۔ کہ اس واقعہ کو "فاتت" کے واقعہ سے دُور کا تعلق بھی نہیں۔ اگر آپ متی کے باب ۲۱ سے قبل کی چند ایک آیات بغور مطالعہ فرما لیتے۔ تو آپ کو معلوم ہو جاتا۔ کہ اس سفر میں ان کی والدہ کے ہمراہ ہونے کا کوئی ثبوت ہی نہیں۔ اور یہ گدھی کا واقعہ اُن کے صلیب پر لٹکائے جانے کے قریبی زمانہ میں ہوا۔ حضرت مسیح علیہ السّلام نے کئی سفر کئے۔ خود آپ کا یہ نام ہی سفر و سیاحت کا مترادف ہے۔ پس اگر ہم متی کے اس بیان کو درست بھی سمجھ لیں۔ تو بھی ڈاکٹر صاحب کی سعی لاحاصل رہتی ہے۔ اول تو سفر میں والدہ کا ہمراہ ہونا ہی ثابت نہیں۔ دوسرے متی کی عبارت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام نے اپنے دو شاگردوں کو خود ہی روانہ کیا۔ کہ فلاں گاؤں سے گدھی اور اس کے بچہ کو لے آؤ۔ اس سواری کا انہوں نے خود ہی انتظام کیا۔ یہاں والدہ کے اپنے بیٹے کو سوار کرا کر لانے کا نہ کوئی ذکر ہے۔ نہ کوئی قرینہ و محل

لوقا کی شہادت

انجیل لوقا سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السّلام بچپن میں یروشلم میں ہیکل کے اندر بارہ برس کی عمر میں جا کر استادوں میں بیٹھتے۔ اور ان سے سوال کیا کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو انجیل لوقا باب ۲ آیت ۴۰ لغائت ۵۱- اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گدھی کے واقعہ کو فاتت بہ سے مطلقاً کوئی تعلق نہیں۔ اس پر ہم اگلی سطور میں انشاء اللہ روشنی ڈالیں گے۔

ڈاکٹر صاحب کا عجیب خیال

بخیال جناب ڈاکٹر صاحب جس وقت حضرت مریمؑ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو گدھی پر سوار کر کے اپنی قوم کے پاس لائیں حضرت مسیح کی عمر اس وقت چالیس تیس سال کی تھی۔ بوڑھی ماں کا جوان فرمانبردار بیٹے کو سوار کرا کر لانا قابل غور ہے۔ جوان بیٹے کا فرض تھا۔ بوڑھی ماں کے لئے سواری خود مہیا کرتا۔ لیکن محض بلا پدر ولادت کی تکذیب اور تردید کے لئے یہ سب خیال اور ڈھکوسلے تراش لئے گئے ہیں۔ ورنہ حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ انجیل متی میں جہاں گدھی کے متعلق ذکر کیا گیا ہے۔ وہاں یہ ہرگز نہیں لکھا۔ کہ ماں اپنے بیٹے کو گدھی پر سوار کرا کر لائے گی۔ اور نہ ہی اسوقت ماں کے ساتھ ہونے کی کوئی حقیقت اور اصل ہے۔ گدھی کی سواری کا واقعہ صلیب کے واقعہ سے بہت قریب کا معلوم ہوتا ہے۔ اور خود متی کی انجیل جس پر ڈاکٹر صاحب کی تحقیقات کا سارا مدار ہے۔ ہماری تائید میں شہادت دیتی ہے۔

ہیرودیس کا واقعہ

متی کے حوالہ سے ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے۔ کہ ہیرودیس کے ڈر سے مسیحؑ کے والدین اس کو ہمراہ لے کر مصر بھاگ گئے۔ متی نے یہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام کے واپس آنے کے پیشتر ہی ہیرودیس مر گیا تھا۔ اور مسیحؑ اسوقت بچہ ہی تھے۔ (۱۹۰۲)

لیکن لوقا کی انجیل ہیرودیس اور مسیح علیہ السلام کی ملاقات کا ہونا بیان کرتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ لوقا باب ۲۳- آیت ۸ "ہیرودیس یسوعؑ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ کیونکہ مدت سے اس کے دیکھنے کا مشتاق تھا۔"

متی کی انجیل میں "ذوق و وجدان" کے نکات

انجیل متی کا باب ۲- آیت ۱۹ لغائت ۲۳- ملاحظہ کیجئے۔ یہاں لکھا ہے "جب ہیرودیس مر گیا۔ تو خدا کے فرشتہ نے مصر میں یوسف کو خواب میں دکھائی دے کر کہا۔ اُٹھ۔ اس بچہ اور اس کی ماں کو لے کر اسرائیل کے ملک میں چلا جا۔ کیونکہ جو بچہ کی جان کے خواہاں تھے۔ وہ مر گئے۔"

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مصر سے واپسی کے وقت حضرت مسیح علیہ السلام بچہ ہی تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی عبارت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ اس وقت یعنی مصر کی واپسی کے وقت حضرت مسیح علیہ السلام کی عمر ۴۰-۳۰ سال سمجھتے ہیں۔ اللہ اکبر کس قدر صریح ظلم ہے۔ کیا آپ اس تفاوت کی کوئی وجہ پیش کر سکتے ہیں

خود ساختہ توضیحات

ڈاکٹر صاحب کے مذکورہ بالا بیانات کی بنا پر ہم یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں۔ کہ آپ کی علمی تحقیقات کی بنیاد نہ ہی انجیل ہے اور نہ قرآن۔ محض مغالطہ آفرینی اور فلسفہ آرائی ہے۔ جس کے لئے آپ کے پاس کوئی تاریخی سند یا ثبوت موجود نہیں۔ جناب مرزا صاحب کی تحقیقات اور فراست اس باب میں قابل داد اور لائق ستائش ہے۔ مسیح علیہ السلام کی بلا پدر ولادت پر آپ نے قرآن اور انجیل کی شہادت پیش فرمائی ہے۔ اور بالفاظ ذیل اسے بیان کیا ہے۔ "وھذا امر نکتب من شهادة القرآن والانجیل"

تحملہ کا قرینۂ قریبی

اس تمام بحث کے بعد اگر آپ فاتت بہ قومہا تحملہ پر تدبر اور تفکر سے نظر ڈالیں گے۔ تو آپ پر ثابت ہو جائیگا۔ کہ مسیحؑ کو حضرت مریم صدیقہ جائے ولادت سے اپنی ہی گود میں اٹھا کر لائے تھے مابعد میں "فی المهد صبیا" (یعنی گہوارہ میں بچہ) کے الفاظ قرآنی موجود ہیں۔ پہلے ولادت ہی کا ذکر ہے۔ تہمت زنا (معاذ اللہ) کو ڈاکٹر صاحب خود تسلیم کرتے ہیں۔ مائیں بچوں کو اٹھایا کرتی ہیں اہل قوم گواہی دیتے ہیں۔ کہ گہوارہ کے بچہ سے ہم کس طرح یا کیونکر کلام کریں۔ لفظ کیف (جو اسم مبہم اور غیر متمکن ہے) نے وارد ہو کر ثابت کر دیا۔ کہ وہ متعجب ہوئے کہ بچہ سے کس طرح کلام کریں

ایک اور قرینہ

حضرت مسیح کو اٹھانے والی خود ان کی ماں تھیں۔ ماں کا اپنے بچہ کو خود اُٹھانا نہایت قریبی اور یقینی قرینہ ہے۔ اور ہو بھی یہی سکتا ہے اس میں مطلق کوئی ابہام یا شبہ نہیں۔ نیز لفظ تحملہ کے ذاتی اور لفظی معنی بھی ہم بتلا رہے ہیں۔ کہ مریم صدیقہ اس کو اٹھائے ہوئے تھیں

تین تین ہزار خریدار اخبار "الفضل" و "سن رائز" کیلئے

احباب کرام۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کا خطبہ جمعہ پڑھ چکے ہیں جس میں یہ ہدائت فرمائی گئی ہے۔ کہ یہ نشر و اشاعت کا زمانہ ہے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے موقعہ کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے اس کا آسان طریق یہ ہے۔ کہ الفضل سلسلہ احمدیہ کا مسلمہ آرگن اور سن رائز انگریزی اخبار مہینہ میں دو بار کی اشاعت تین تین ہزار تک پہنچائی جائے پس مہربانی فرما کر آپ اپنی اپنی جگہ دیکھ لیں کہ کیا آپ نے اس فرض کی تعمیل کر دی ہے اگر نہیں تو اس کے لئے کب تک توقف رہے گا؛

اخبار "الفضل"

جو سلسلہ احمدیہ کا مسلمہ آرگن ہے۔ جس میں حضرت امام کے خطبات و تقاریر شائع ہوتی ہیں۔ اور جس میں واقعات پیش آمدہ کے متعلق قوم کی صحیح راہ نمائی کی جاتی ہے۔ ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہے۔ آٹھ روپے سالانہ اس کا چندہ ہے؛

غیر معمولی رعائت

موجودہ خریداران الفضل میں سے جو صاحب حسب قاعدہ پیشگی قیمت ادا کرنے والے خریدار مہیا کرینگے۔ تو ہم ہر نئے خریدار کے نام ایک سال کیلئے ساتھ روپے (عہ) سالانہ پر الفضل جاری کر دیں گے۔ اور اگر وہ خریدار سلسلہ احمدیہ میں داخل نہیں۔ تو صرف چھ روپے سالانہ وصول کریں گے۔ یہ رعائت ایک محدود عرصہ تک کے لئے ہوگی۔ احباب جلد اس سے فائدہ اٹھالیں مجھے امید ہے۔ کہ ہمارے احباب پوری ہمت اور توجہ سے کام لے کر ایک سہ ماہی کے اندر اندر الفضل کے خریدار تین ہزار بنا دینگے جیسا کہ حضرت امام نے ارشاد فرمایا ہے۔ الفضل کا نمونہ مفت منگوا کر دیکھ لیجئے۔ کہ اس کے مضامین کیسے اعلیٰ مفید اور دلچسپ اور کاغذ اور چھپوائی کیسی دلکش و خوشنما ہے۔

اخبار الفضل کی ایجنسیاں

ضروری ہے کہ ہر شہر اور ہر قصبہ میں الفضل کی فروخت کے لئے ایجنسی قائم ہو۔ اور بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں جو نیوز ایجنٹ ہیں۔ انہی سے مقامی اصحاب معاملہ طے کریں۔ اور ہم سے پرچے منگوا لیا کریں۔ جہاں ریلوے سٹیشن ہو اور ۱۲ پرچے فروخت ہونیکا انتظام ہو سکے تو بذریعہ ریل بھجوایا جائیگا۔ اور ایک دن اول پہنچا کریگا۔ اور جہاں ۱۲ سے کم فروخت ہوں یا ریلوے سٹیشن نہ ہو وہاں بذریعہ ڈاک۔ ایجنٹوں کو ۲۵ فی صدی کمیشن دیا جاتا ہے۔ اور قیمت فی پرچہ ایک آنہ (۱) ہے؛

"سن رائز"

سن رائز انگریزی اخبار مہینہ میں دو بار نکلتا ہے یہ نوجوانوں اور انگریزی خوانوں کو اسلامی عقائد پر مضبوط رکھتا اور انہیں غیر مذاہب کے حملوں کی تردید کے لئے تیار کرتا ہے۔ طالب علموں کے سوالات کے معقول و مدلل جواب دیئے جاتے ہیں اس اخبار کا کاغذ اعلیٰ درجے کا سفید ڈمی اور ٹائپ اپ ٹو ڈیٹ خوشنما اور عمدہ ہے۔ آپ نمونہ مفت منگوا کر ملاحظہ و مطالعہ کر سکتے ہیں۔ ہمارے احمدی احباب کو چاہیئے۔ کہ اپنے شہر و قصبہ اور قرب و جوار اور حلقہ اثر میں کوئی ایسا سکول۔ لائبریری طالب علم اور انگریزی خوان نہ رہنے دیں جس کے نام سن رائز نہ جاری ہو۔ اس اخبار کی قیمت برائے نام دو روپے سالانہ ہے۔ اور طالب علموں کے لئے صرف ایک روپیہ۔ جب تک اس کے خریدار پانچ ہزار مستقل نہ ہوں یہ پرچہ اپنے اخراجات نہیں نکال سکے گا۔ اس سال کم از کم حضرت امام کے ارشاد کے مطابق تین ہزار خریدار تو مہیا کر دینا چاہیئے؛

میں امید کرتا ہوں کہ ہر جماعت احمدیہ کے سکرٹری صاحب اور دیگر معتمدین اور ہمدردان اسلام اس کار خیر میں حصہ لینگے اور اس کے علاوہ خاتم النبیین نمبر کے جسقدر پرچے درکار ہوں اس کی تعداد سے جلد تر اطلاع دینگے۔ کیونکہ پرچہ اسی قدر چھاپا جائیگا۔ جتنا مطلوب ہوگا؛

نیاز مند:۔ مہتمم طبع و اشاعت قادیان (پنجاب)

ہندوستان کی خبریں

نئی دہلی ۱۲-اپریل - مجلس تحقیقات حج کے صدر اور ارکان ۱۸-اپریل کو بمبئی میں اجلاس کریں گے - زائرین بیت اللہ شریف کو آرام و راحت پہونچانے کے متعلق انتظامات کی جانچ کریں گے - بعدہ ارکان مجلس اختتام ماہ سے قبل ہی کراچی تشریف لے جائیں گے - وہاں پر بھی وہ حاجیوں کے متعلق انتظامات کی دیکھ بھال کرینگے ؛

نیو دہلی ۱۲-اپریل - ملک معظم کے پرائیویٹ سکرٹری نے مندرجہ ذیل پیغام مورخہ ۹ اپریل وائسرائے ہند کو بھیجا ہے - ملک معظم کی خواہش ہے - کہ کل اسمبلی میں جو قاتلانہ حملہ ہوا - اس پر میں ان کے خوف و ہراس کا اظہار آپ پر کروں نیز جو لوگ اس حادثہ سے مجروح ہوئے - ان سے ملک معظم اظہار ہمدردی کرتے ہیں - اور ان کے جلد صحت یاب ہونے کے خواستگار ہیں ؛

وائسرائے نے اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے اس امر کا اعلان کیا - کہ صدر اسمبلی کے فیصلہ حق کے پیش نظر پبلک سیفٹی بل کے نفاذ کے لئے آرڈی نینس (خاص فرمان) جاری کیا جاتا ہے - نیز آپ نے فرمایا - کہ اسمبلی کے قواعد و ضوابط میں ترمیم کر دی جائے گی - تاکہ صدر صاحبان کے لئے مجالس وضع قوانین کے چلتے کام کی گاڑی میں اس طرح روڑے اٹکانے کا موقعہ باقی نہ رہے - وائسرائے نے بم پھینکنے کے فعل کی مذمت کی - اور اس احساس کا اظہار کیا - کہ اگر ایک سانس میں اس فعل کی مذمت کی جائے - اور دوسرے سانس میں ایسے واقعات کے ظہور کی ذمہ داری ان لوگوں پر عائد کی جائے - جن کے خلاف یہ فعل کیا گیا - تو ایسی مذمت صحیح جذبہ کی حامل نہیں ہو سکتی ؛

نیو دہلی ۱۲-اپریل - سر جان سائمن اور ارکان آئینی کمیشن آج صبح انگلستان جانے کے لئے بمبئی روانہ ہوگئے - معلوم ہوا ہے - کہ مرکزی کمیٹی کے ارکان ۱۴ مئی کو جہاز میں بیٹھیں گے ؛

پشاور ۱۱-اپریل - کابل کے مسلمانوں نے کابل کی شاہی مسجد میں ایک عام جلسہ زیر صدارت مولانا غلام رسول منعقد کیا - جس میں کابل کے تمام "ملا" شامل ہوئے - اور بعد تقریروں کے یہ فیصلہ ہوا - کہ ایک وفد حکمران کابل کی خدمت میں جا کر کابل کے لوگوں کی موجودہ حالت بیان کرے - اور اس بات پر زور دیا جائے - کہ اگر وہ جنرل نادر خاں کے حق میں دستبردار ہوگیا - تو علاقوں کی حالت بہت خراب ہو جائے گی - اس جلسہ میں یہ بھی فیصلہ ہوا - کہ جنرل نادر خاں کو کابل کا تخت مل گیا تو اس کے خلاف بھی کفر کے فتوے دے دینے چاہئیں ؛

لاہور - ۱۱-اپریل - لاہور کے گذشتہ افسوسناک فسادات میں دہلی دروازہ کے اندر ایک شخص جیون سنگھ قتل ہوگیا تھا ایک شخص عبد العزیز اس مقدمہ میں مفرور ملزم تھا - پولیس نے بعد ازاں اسے گرفتار کر کے عدالت میں پیش کر دیا - آج خانصاحب ذکاء الدین ایڈیشنل سشن جج نے اُسے بے گناہ قرار دے کر بری کر دیا ہے ؛

کلکتہ ۱۳-اپریل - کلکتہ کو برقی قوت بہم پہنچانے والی کمپنی نے فیصلہ کیا ہے - کہ دریائے ہگلی کے اس پار بجلی کے تار لے جانے کے لئے دریا کے نیچے پانچ یا چھ فٹ نصف قطر کی فولادی سرنگ بنائی جائے - یہ سرنگ ہندوستان میں اپنی نظیر آپ ہوگی - اور یہ کارنامہ تاریخ ہند میں ایسا پہلا کارنامہ کہلائیگا ؛

بمبئی ۱۴-اپریل - مہاراجہ صاحب جہانگیر آباد کی تکلیف کا علاج کرانے یورپ جا رہے تھے - آپ شنبہ کو بعد دوپہر ڈاک کے جہاز "رن پورہ" میں سوار ہوئے - اور تختہ جہاز پر یک بیک مر گئے ؛

لاہور - ۱۴-اپریل - وچھو والی آریہ سماج کی غیر معمولی میٹنگ میں مہاشہ کرشن نے اعلان کیا - کہ پنجاب آریہ پرتی ندھی سبھا نے فیصلہ کیا ہے - کہ راجپال فنڈ قائم کیا جائے - جس کے لئے ۳۰ ہزار روپیہ فراہم کیا جائے - اس رقم سے ان لوگوں کے خاندان کی امداد کی جائے - جو راجپال کی طرح مارے جائیں ؛

امرتسر ۱۴-اپریل - سکھ آل پارٹیز کانفرنس کا اجلاس سکھ مشنری کالج میں بابا کھڑک سنگھ کی صدارت میں منعقد ہوا - جس میں نہرو رپورٹ کے خلاف اظہار ناپسندیدگی کیا گیا - اور ایک ریزولیوشن میں یہ دھمکی دی گئی - کہ اگر کانگریس سکھوں کے ساتھ مناسب سمجھوتہ نہ کرے - تو لاہور سیاہ کانگریس کے اجلاس کو ناممکن بنا دیا جائے - یہ مطالبہ کیا گیا - کہ سکھوں کو پنجاب میں چالیس فیصدی حقوق دئے جائیں - اور مرکزی حکومت میں سکھوں کو ۱/۳ حصہ دیا جائے ؛

لاہور ۱۴-اپریل - کل سناتن دھرم کالج لاہور کے پرنسپل لالہ رگھبیر دیال جی ایم - اے کی موت حرکت قلب کے بند ہو جانے کی وجہ سے ہوگئی ؛

پشاور ۱۲-اپریل - کابل سے آئے ہوئے مسافر بیان کرتے ہیں - کہ موجودہ حکمران کابل نے غزنی میں شاہ امان اللہ خان کے مقدمۃ الجیش کے ہاتھوں شکست فاش کھائی ہے - اب غزنی کا شہر از سر نو شاہ امان اللہ خاں کے قبضہ میں ہے ؛

لاہور ۱۵-اپریل - چھ بجے صبح پولیس کی ایک جمعیت نے خان بہادر عبد العزیز کی سرکردگی میں قلعہ گوجر سنگھ کی ایک چھوٹی سی گلی میں ایک مکان پر حملہ کیا - جس میں تین نوجوان مہند و مقیم تھے - تینوں کو گرفتار کر لیا گیا - تلاشی لینے پر ایک مکمل اور ۳ نامکمل بم ایک بھرا ہوا چھ نالی ریوالور ایک پستول کیمیاوی اشیاء کی ایک بڑی مقدار - بھک سے اڑنے والا مادہ - اور بم بنانے کے اوزار پکڑے گئے - یہ حملہ اس خبر کی بنا پر تھا - جو خفیہ پولیس کو دسہرہ بم کیس اور قتل سانڈرس کے سلسلہ میں ملی گرفتار شدگان کھدر میں ملبوس اور بھارت نوجوان سبھا کے ممبر ہیں - ابھی تک انہوں نے پولیس کو کوئی بیان نہیں دیا ؛

میرٹھ ۱۲-اپریل - پانچ افغان شاہزادے افغانستان میں شورش برپا ہونے کے بعد جیل میں نظر بند کر دئے گئے - اور بعد میں بریلی کے جیل خانہ کو ان کا تبادلہ کر دیا گیا تھا - وہ حکومت کے احکام کے بموجب - آج صبح ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کے سامنے پیش ہونے کے بعد رہا کر دئے گئے - وہ حکام کو اطلاع دئے بغیر میرٹھ سے کہیں باہر نہیں جا سکینگے

اخبار "ریاست" دہلی کو "قابل وثوق ذرائع" سے معلوم ہوا ہے - کہ حکومت ہند نے ہندوستان کی دو اور بڑی ریاستوں کے والیان کے ساتھ اسی طریق سے پیش آنے کا فیصلہ کر لیا ہے - - - جو اس سے قبل مہاراجہ اندور - مہاراجہ نابھہ اور مہاراجہ بھرتپور کے متعلق اختیار کیا گیا - اس فیصلہ کے سلسلہ میں ضروری کاغذات ملک کے ایک غیر سرکاری وکیل کو دکھائے گئے تھے - جس نے والیان ریاست کے خلاف رائے دی ہے - سال رواں کے اندر اندر یہ دو نو والیان ریاست یا تو دست بردار ہونے پر مجبور ہونگے - یا اپنے جرائم کی تحقیقاتی کمیشن سے کرائیں گے ؛

ممالک غیر کی خبریں

لنڈن ۱۳-اپریل - انگلستان اور سکاٹ لینڈ کے بعض حصوں میں چیچک زور پکڑ رہی ہے - بیان کیا جاتا ہے - کہ اس وبا کو دخانی جہاز "ٹسکانیہ" کے ملاح اور مسافر لائے ہیں

لنڈن ۱۴-اپریل - مولانا فرزند علی صاحب امام مسجد لنڈن نے لنڈن ٹائمز میں ایک چٹھی شائع کرائی ہے - جس میں مہاشہ راجپال کے قتل کی مذمت کی ہے - اور یہ ظاہر کیا ہے کہ قتل کا یہ فعل اسلام کے اصول کے خلاف ہے - اور ہندو لیڈران سے اپیل کی ہے - کہ وہ اس قتل کو ایک گمراہ شخص کا فعل سمجھیں - ہندو اور مسلمان لیڈران کو چاہئے - کہ وہ اس قسم کی کتابوں کی اشاعت نہ ہونے دیں - جو دونوں قوموں کے تعلقات کو کشیدہ کرنے والی ہوں ؛

رگبی ۱۱-اپریل کمشنر مالیات داخلہ کی رپورٹ برائے سال مختتمہ ۳۱ مارچ مظہر ہے - کہ انگلستان کی قومی آمدنی میں کمی واقع ہوگئی ہے - آمدنی کا کل اندازہ ۲ ارب نوے کروڑ چالیس لاکھ پونڈ لگایا گیا تھا - جو ۱۹۱۷-۱۸ء سے ہر سال کی آمدنی کے مقابلہ میں کمترین تھا

میڈرڈ - ۱۱-اپریل سانوا کلین ناول نویس نے ایک جلسہ ضیافت میں تقریر کی - جس میں اس نے حکومت ہسپانیہ پر سخت نکتہ چینی کی - تقریر کی وجہ پولیس اسے گرفتار کرنے گئی - تو ناول نویس نے بیوی سے کہا کہ تم پولیس سے کہو - کہ میرا خاوند سویا ہوا ہے - پولیس ہدایت حاصل کرنے کے لئے تھانہ گئی - اور پھر وارنٹ لے کر واپس آئی ...

عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا -